•جلد 08/•شمارہ 08/•اپریل/ 2019

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہمِ دین

عورت مارچ

بادشاہ سے ملاقات

صبح نو کی جستگ

تاخیر

جھوٹ نہ بولیں

BAITUSSALAM PUBLICATIONS
WWW.BAITUSSALAM.ORG/BS/PUBLICATIONS

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

WWW.BAITUSSALAM.ORG

The Burger Shack

YOUR ORDER,

OUR PRIORITY!

NOW DELIVERING: 111-TBS-TBS

(827-827)

زیرِ سرپرستی
مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

فہم و فکر

عورت مارچ — مدیر کے قلم سے — 04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم — 05
فہمِ حدیث — مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ — 06
آئینہ زندگی — حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ — 08

مضامین

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ — طارق محمود — 10
حضرت وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ — حذیفہ رفیق — 12
بادشاہ سے ملاقات — ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی — 14
مسائل پوچھیں اور سیکھیں — مفتی محمد توحید — 16
باورچی خانہ اور ہماری صحت — حکیم شمیم احمد — 18

خواتینِ اسلام

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — جنید حسن — 21
منزل کی تلاش — عاتکہ سلیم — 22
ٹیلنٹ اینڈ تھرلز — بنتِ اسماعیل — 23
باپ کا بیٹی کے نام خط — محمد دانش — 24
آستین کے سانپ — بنتِ عبد الرحمان — 26
صبحِ نَو کی دستک — بنتِ اسماعیل — 27
تاخیر — امۃ اللہ — 28
ہجرت — بنتِ گوہر — 31
مہربان — ثانیہ ساجد — 32
یقینِ کامل — اہلیہ مظفر — 34

باغیچہ اطفال

جھوٹ نہ بولیں — الطاف حسین — 36
فائقہ کی ہیل اور خوشبو — فوزیہ خلیل — 37
مچھلی جَل کی رانی — سویرا فلک — 38
مینڈک راجہ — ڈاکٹر الماس روحی — 40
ننھے ادیب — 42
گڈو میاں نے کھیلی کرکٹ — اہلیہ محمد فیصل — 43
انعامات ہی انعامات — 44
بچوں کے فن پارے — 45

بزمِ ادب

امید کا دیا — جوہر عباد — 46
مچھر نامہ — ارسلان اللہ خان — 47
گلدستہ — 48

اخبار السلام

خبر نامہ — ادارہ — 50

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ
فہمِ دین
کراچی

اپریل 2019ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
ناظم	خالد عبد الرشید
کمپوزنگ	مظفر نبیو
نظرثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید فرید

آراء و تجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے
26-C گراؤنڈ فلور، بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی،
بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ :	40 روپے
سالانہ فیس :	520 روپے
بیرونِ ملک بدلِ اشتراک :	35 ڈالر

ناشر	مطبع	مقامِ اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہمِ دین

عورت مارچ

مدیر کے قلم سے

میرے اور آپ کے ملک عزیز پاکستان میں یہ عجیب تماشا گزشتہ ماہ دیکھنے میں آیا۔ نظریۂ پاکستان کو پس پشت ڈال کر جس بے حیائی کے مظاہرے چند زنانیوں نے 8 مارچ کو ''عورت مارچ'' کے موقع پر کیے' وہ شیطان کو شرم سار کرنے کے لیے کافی تھے۔ آزادی کے سبز باغ کا جھانسہ دے کر ان معصوم ''بکریوں'' کو یہ درندہ صفت انسانی ''بھیڑیے'' اُن کی محفوظ چراگاہ اور اُن کے خیر خواہ گلہ بانوں سے دور لے جانا چاہتے ہیں اور افسوس بالائے افسوس یہ ہے کہ چند خواتین بھی اپنے تئیں شاطر بھیڑیے کو دیکھے بغیر ''آزادی کے سبزے'' کے پیچھے لٹو ہوئے پورے معاشرے کو اندھی کھائی کی طرف دھکیلنے میں اُن کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔

اِک طوفان بد تمیزی تھا۔ ایسے حیا باختہ نعرے کالج کی ان معصوم کلیوں کے ہاتھوں میں تھمائے ہوئے تھے' جن کو دبے لفظوں میں بھی کسی مرد سے کہنے کی ایک مسلمان لڑکی تو دور کی بات' کوئی غیر مسلم مشرقی لڑکی بھی جسارت نہیں کر سکتی۔ کہنے کو تو یہ کالج یونی ورسٹیوں کی ''تعلیم یافتہ'' لڑکیاں ہیں' مگر انھیں کون بتائے کہ اللہ والے تو چند حروف رٹنے اور کچھ کتابیں پڑھنے کو علم نہیں کہتے' اُن کا تو کہنا ہے کہ ''علم اور گناہ دو متضاد چیزیں ہیں۔'' اگر کہیں علم ہو گا تو وہاں گناہ نہیں ہو سکتا اور اگر کہیں گناہ ہو گا تو پھر یقین کر لیں کہ اس کے پاس ڈگریوں کے چند پُرزے تو ہو سکتے ہیں' مگر وہ ''تعلیم یافتہ'' نہیں ہو سکتا۔

گناہ عقل کو کھا جاتے ہیں' اچھے بھلے آدمی کی مت ماری جاتی ہے۔ آپ اہلِ مغرب کو ہی دیکھ لیں' ایک طرف عقل ایسی کرشماتی کہ چاند اور مریخ کو قدموں تلے روندتے پھریں' مگر دوسری طرف مَت ایسی ماری گئی کہ گھر بیٹھی جنت کی دیویوں ''ماؤں'' اور محبت کی پوٹلیوں ''بہنوں'' اور امت کا سرمایہ قوم کی بیٹیوں کا مرتبہ تک نہ پہچان سکے' بلکہ اُلٹا خود اپنی ہَوَس کی آگ بجھانے کے لیے اُن کی عزتوں کو پامال کر کے رکھ دیا۔ ہمارا معاشرہ گراوٹ کے اس درجے تک تو نہیں پہنچا' مگر دُنیا طلبی کی ہوس' مال و دولت کی طلب اور سامان لذت کو جمع کرنے کی فکر کے منہ زور گھوڑوں کو اگر لگام نہ ڈالی گئی تو پھر ہلاکت کے اس درجے سے کوئی ہمیں' بچا بھی نہیں سکے گا۔

ایک طرف اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم کہتی ہے کہ زندگی کا مقصد صرف کمانا' کمانا اور خوب کمانا ہے' دوسری طرف باطل کا پورا میڈیا ہے (جسے ہم نے اپنی زندگی میں ''ہوا'' کا مرتبہ دے رکھا ہے' جس کے بغیر انسان ایک سانس زندہ رہنے کا تصور نہیں کرتا اور جسے دشمن مسلمانوں کے خلاف پوری قوت کے ساتھ اپنے ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہا ہے) ہم اسے کھیل تماشا سمجھ رہے ہوتے ہیں' مگر دشمن ایسے نہیں سمجھتا' وہ ہمیں مصنوعی زندگی دِکھاتا ہے' مصنوعی حسن دِکھاتا ہے' دُنیا طلبی پیدا کرنے کے لیے دُنیا کا ہر حسین نظارہ دِکھاتا ہے۔ پھر جب دِل ڈگمگانے لگتا ہے اور کام یابی کا معیار تقویٰ کے بجائے دولت کو ماننے لگتا ہے' تو پھر یہ شاطر میڈیا کسی ''بکاؤ مال'' کو رول ماڈل بنا کر دِکھاتا ہے' ان عزت فروشوں کو دُنیا کی کم عمر ارب پتی اور کروڑ پتی حسینائیں بنا کر دِکھاتا ہے تو کہیں ''تمغۂ امتیاز'' سے نوازنے کی باتیں کرتا ہے' پھر کچھ کم زور ایمان والے دُنیا کے طلب گار اس فانی دُنیا کے لیے رال ٹپکانے لگتے ہیں اور پھر شریف لوگوں کو وہ بے ہودہ مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں' جو گزشتہ ماہ 8 مارچ کو بعض بڑے شہروں میں ''عورت مارچ'' کے بینر تلے دیکھنے کو ملے۔

قارئین! یہ کم ظرف لوگ کیا جانیں کہ جنت کا حسن کیا ہے! وہاں کی پائیدار زندگی کیسی ہے! وہاں رب کے دیدار کی لذت کیا ہے! اور اس کی طلب میں زندگی گزارنے والے پاکیزہ لوگوں کی دُنیا کیسی حسین' زندگی کیسی مطمئن' صحت کیسی محفوظ اور عقل کیسی کامل ہوتی ہے! خود کشی وہ نہیں کرتے' طلاقیں وہ نہیں دیتے' بڑھاپا اُن کا پُر وقار ہوتا ہے' تدبیریں ان کی تقدیروں کے موافق ہونے لگتی ہیں اور زبانیں ان کی' رب کی مرضی بولنے لگتی ہیں اور کسے کہتے ہیں جنت نظیر زندگی!!! اصل سٹیٹس اور حقیقی زندگی تو یہ ہے۔

اچھا! دُنیا کا ہر انسان ہے بھی اسی کی تلاش میں' مگر بد قسمتی اس کی یہ ہے کہ یا تو وہ وحی کی روشنی سے محروم' اسی دُنیا کو سب کچھ سمجھتا ہے اور یا مسلمان ہونے کے باوجود مشاہدے کے دھوکے' لذتوں کے چکر اور دولت کی ہَوَس میں پڑا ہوا ہے۔ اگر آج بھی انسان وحی سے رہ نمائی لے تو یہ اسلام اسے دُنیا کی بھی ہر کام یابی سے سرفراز کر سکتا ہے اور آخرت کی بھی۔ اسلام کا پیغام حقیقی بھی ہے اور حسین بھی! اسلام عارضی لذتوں کے بجائے ابدی لذتوں کی طرف بُلاتا ہے' اسلام اپنی چھوٹی سی عقل پر گھمنڈ کے بجائے' اسے پیدا کرنے والے رب کی عقل کو فوقیت دینے کی بات کرتا ہے۔ اسلام کا کہنا یہ ہے کہ انسان کا دیکھا غلط ہو سکتا ہے' مگر اسے بنانے والے رب کا کہا غلط نہیں ہو سکتا۔ پھر ایسے رب کی پاکیزہ تعلیمات کو چھوڑ کر دھوکے کی دُنیا میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کا کیا فائدہ!

قارئین! جتنا ہمارا اس ابدی پیغام پر یقین اور عمل بڑھتا چلا جائے گا' اتنا خود بہ خود نظروں کو جھکنا اور جسموں کو حیا کا زیور اچھا لگنے لگے گا' بلکہ پھر عقل کو اچھے بُرے کی تمیز کرنے میں بھی کوئی مشکل نہیں ہو گی اور یہ صرف عورتوں کی ضرورت نہیں' بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر مردوں کی بھی ضرورت ہے۔ دِل خالی رہ نہیں سکتا' وہاں اگر خوفِ خدا نہیں ہو گا تو ہوس پرستی کے ڈیرے ہوں گے اور ذہن خالی رہ نہیں سکتا' وہاں اگر اسلام کی حقانیت نہیں ہو گی تو پھر شکوک و شبہات اور وساوس کے جالے لگ جائیں گے اور اگر دِل میں یقین آ گیا اور عقل کو تابع بن کر چلنا آ گیا تو پھر گھر کا اندر باہر سے اچھا لگنے لگے گا اور پھر پرائے مردوں کے بجائے قریبی رشتے داروں میں طبیعت سکون محسوس کرنے لگے گی اور پھر سوشل میڈیا کے بجائے شوہر کو یا بیوی کو اور اولاد کو وقت دینا آسان ہو جائے گا اور زندگی حسین سے حسین بنتی چلی جائے گی۔

قارئین! یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اگلا مہینہ یقین بنانے کا سیزن ہے' جس کے لیے ذہنی بھی اور جسمانی تیاری بھی کرنی ہو گی اور اپنے گھر اور دفتر کے کام دھندوں کو آگے پیچھے کرنے کی ترتیب بھی ابھی سے بنانی ہو گی' رمضان کیسے اچھا گزرے؟ اس کے لیے ماہ نامہ فہم دین اگلے شمارے کو ''رمضان المبارک ۔۔۔ خصوصی اشاعت'' بنائے گا' جس میں تحریریں اور کہانیاں مختصر بھی ہوں گی اور رمضان اچھا گزارنے کے لیے مفید اور معاون بھی ہوں گی۔ اس لیے ابھی سے اپنے لیے بھی اور اپنے پیاروں کے لیے بھی اگلے ماہ کے فہم دین ''رمضان المبارک ۔۔۔ خصوصی اشاعت'' کی بکنگ کروالیجیے' تاکہ ہم رمضان کو مزید اچھے انداز میں گزار کر اللہ سے تعلق بنا سکیں۔ والسلام

اخوکم فی اللہ

محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

آلِ عمران:154-157

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً
مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ
الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ يُخْفُوْنَ
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا
هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى
مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ 154

ترجمہ... پھر اس غم کے بعد اللہ نے تم پر طمانینت نازل کی' ایک اُونگھ جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی [1] اور ایک گروہ وہ تھا جسے اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی' وہ لوگ اللہ کے بارے میں ناحق ایسے گمان کر رہے تھے جو جہالت کے خیالات تھے' وہ کہہ رہے تھے: ''کیا ہمیں بھی کوئی اختیار حاصل ہے؟'' کہہ دو کہ ''اختیار تو تمام تر اللہ کا ہے۔'' یہ لوگ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپاتے ہیں' جو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔[2] کہتے ہیں کہ ''اگر ہمیں بھی کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔'' کہہ دو کہ ''اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے' تب بھی جن کا قتل ہونا مقدّر میں لکھا جا چکا تھا' وہ خود باہر نکل کر اپنی اپنی قتل گاہوں تک پہنچ جاتے اور یہ سب اس لیے ہوا' تاکہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے' اللہ اسے آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے' اس کا میل کچیل دور کر دے [3]۔ اللہ دلوں کے بھید کو خوب جانتا ہے۔ 154

تشریح نمبر 1: جنگِ اُحد میں جو غیر متوقّع شکست ہوئی' اس پر صحابہ صدمے سے مغلوب ہو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے جانے کے بعد بہت سے صحابہ پر اُونگھ مسلّط فرمادی' جس سے غم غلط ہو گیا۔

تشریح نمبر 2: یہ منافقین کا ذکر ہے' وہ جو کہہ رہے تھے کہ ''کیا ہمیں بھی کوئی اختیار حاصل ہے؟'' اس کا ظاہری مطلب تو یہ تھا کہ اللہ کی تقدیر کے آگے کسی کا اختیار نہیں چلتا اور یہ بات صحیح تھی' لیکن ان کا اصل مقصد وہ تھا جو آگے قرآنِ کریم نے دُہرایا ہے' یعنی یہ کہ اگر ہماری بات مانی جاتی اور باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے بجائے شہر میں رہ کر دفاع کیا جاتا تو اتنے سارے آدمیوں کے قتل کی نوبت نہ آتی۔

تشریح نمبر 3: اشارہ اس طرف ہے کہ اس طرح کے مصائب سے ایمان میں پختگی آتی ہے اور باطنی بیماریاں دُور ہوتی ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ
مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ 155

ترجمہ... جن لوگوں نے اُس دن پیٹھ پھیری' جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے' درحقیقت! ان کے بعض اعمال کے نتیجے میں شیطان نے ان کو لغزش میں مبتلا کر دیا تھا [4] اور یقین رکھو کہ اللہ نے انھیں معاف کر دیا ہے۔ یقیناً اللہ بہت معاف کرنے والا' بڑا بردبار ہے۔ 155

تشریح نمبر 4: یعنی جنگ سے پہلے ان سے کچھ ایسے قصور ہوئے تھے' جنہیں دیکھ کر شیطان کو حوصلہ ہوا اور اس نے انھیں بہکا کر مزید غلطی میں مبتلا کر دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي
الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ
حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ 156

ترجمہ... اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا' جنہوں نے کفر اختیار کر لیا ہے اور جب ان کے بھائی کسی سرزمین میں سفر کرتے ہیں یا جنگ میں شامل ہوتے ہیں تو یہ اُن کے بارے میں کہتے ہیں کہ ''اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔'' (اِن کی اس بات کا) نتیجہ تو (صرف) یہ ہے کہ اللہ ایسی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت کا سبب بنا دیتا ہے' (ورنہ) زندگی اور موت تو اللہ دیتا ہے اور جو عمل بھی تم کرتے ہو' اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ 156

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا
يَجْمَعُوْنَ 157

ترجمہ... اور اگر تم اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤ یا مر جاؤ' تب بھی اللہ کی طرف سے ملنے والی مغفرت اور رحمت اُن چیزوں سے کہیں بہتر ہے' جو یہ لوگ جمع کر رہے ہیں۔ 157

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

جھوٹ

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ

ترجمہ... حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
مومن کی طبیعت اور فطرت میں ہر خصلت کی گنجائش ہے، سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔ (مسند احمد، شعب الایمان للبیہقی)

تشریح: مومن اگر واقعی مومن ہو تو جھوٹ اور خیانت کی اس فطرت میں گنجائش نہیں ہو سکتی، دوسری برائیاں اور کمزوریاں اس میں ہو سکتی ہیں، لیکن خیانت اور جھوٹ جیسی خالص منافقانہ عادتیں ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔ پس! اگر کسی میں یہ بری عادتیں موجود ہوں تو اسے سمجھنا چاہیے کہ اس کو ایمان کی حقیقت ابھی نصیب نہیں ہوئی ہے اور اگر اپنی اس محرومی پر وہ مطمئن نہیں رہنا چاہتا ہے تو اس کو ان خلافِ ایمان عادتوں سے اپنی زندگی کو پاک رکھنا چاہیے۔

عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ: عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ

ترجمہ... خریم بن فاتک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھی، جب آپ اس سے فارغ ہوئے تو ایک دم کھڑے ہو گئے اور فرمایا:
''جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر کر دی گئی۔'' یہ بات آپ ﷺ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی اور سورۂ حج کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ

کہ بت پرستی کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات کہنے سے بچتے رہو، صرف ایک اللہ کے ہو کر کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرتے ہوئے۔
(سنن ابی داوٗد، ابنِ ماجہ)

تشریح نمبر 2: ویسے تو ہر جھوٹ گناہ ہے، لیکن اس کی بعض قسمیں اور صورتیں بہت ہی بڑا گناہ ہیں، ان ہی میں سے ایک یہ ہے کہ کسی معاملے میں جھوٹی گواہی دی جائے اور اس جھوٹی گواہی کے ذریعے، کسی اللہ کے بندے کو نقصان پہنچایا جائے۔
سورۂ حج کی مذکورہ بالا آیت میں جھوٹ کی اسی قسم کو شرک اور بت پرستی کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور دونوں سے بچنے کے لیے ایک ہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔
قرآن مجید کے اس طرزِ بیان کا حوالہ دے کر رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں یہ ارشاد فرمایا کہ جھوٹی گواہی اپنی گندگی میں اور اللہ کی ناراضی اور لعنت کا باعث ہونے میں اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے ساتھ جوڑ دی گئی ہے۔

جامع ترمذی کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دن صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے ارشاد فرمایا اور تین بار ارشاد فرمایا:
''کیا میں تم لوگوں کو بتاؤں کہ سب سے بڑے گناہ کون کون سے ہیں؟'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا:
''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور معاملات میں جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا۔''
راوی کا کہنا ہے کہ پہلے آپ ﷺ سہارا لگائے بیٹھے تھے، لیکن پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور بار بار آپ ﷺ نے اس ارشاد کو دہرایا، یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ ''کاش! اب آپ ﷺ خاموش ہو جائیں۔'' یعنی اس وقت آپ ﷺ پر ایک ایسی کیفیت طاری تھی اور آپ ﷺ ایسے جوش سے فرما رہے تھے کہ ہم محسوس کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کے قلب مبارک پر اس وقت بڑا بوجھ ہے، اس لیے جی چاہتا تھا کہ اس وقت آپ ﷺ خاموش ہو جائیں اور اپنے دل پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں۔

Shangrila
THE FOOD EXPERTS
IMLI GINGER SAUCE
SMART PACK
BAR-B-Q SAUCE
SMART PACK
GREEN CHILLI SAUCE
SMART PACK
Garlic Chilli Sauce
SHANGRILA KETCHUP AND SAUCES
TASTY!
DELICIOUS!
KHAANON KAY
MUST HAVES!
Shangrila
ٹماٹو کیچپ
TOMATO KETCHUP
SMART PACK
500g
17.64 OZ
Shangrila
TOMATO KETCHUP
www.shangrila.com.pk
shangrilaPakistan
ShangrilaPakistan

سیزن کی تیاری

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

اللہ رب العزت نے اہلِ ایمان کو اور اہلِ اسلام کو جو سب سے بڑی نعمت دی ہے، وہ اسلام اور ایمان کی نعمت ہے۔ یہ اللہ کے دربار کی، اللہ کے خزانے کی سب سے بڑی دولت ہے کہ کسی کو ایمان کی، اسلام کی اللہ دولت نصیب فرمادے۔ اس دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اس کی صحیح روشنی ایمان کی بدولت ملتی ہے۔ جس قدر ایمان، اسلام کی روشنی بڑھیا ہوگی، اتنا ہی وہ اس دنیا کی حقیقت کو سمجھتا ہے اور اپنی زندگی کے مقصد سے واقف رہتا ہے اور جتنا ایمان، اسلام کی روشنی سے محروم ہوگا، اُتنا ہی اس دنیا کی حقیقت سے بھی بے خبر اور اپنی زندگی کے مقصد سے بھی محروم رہتا ہے۔

ایمان اور اسلام کی قدر و عظمت ہے تو پھر آنے والے رمضان کی بھی بہت قدر و اہمیت ہوگی، اس لیے کہ ایمان ہی کی روشنی بتاتی ہے کہ یہ رمضان کیا سرمایہ لے کے آئے گا؟ کیا دولت لے کے آتا ہے اور کیا اس کے اندر برکتیں اور رحمتیں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ جنھیں اللہ تعالیٰ ایمان کی بڑھیا دولت دیتا ہے، وہ مہینوں پہلے، اس مقدس مہینے کے انتظار میں اللہ سے دعائیں کرتے ہیں۔ خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ آخرت کی زندگی کا ایک بہت بڑا سیزن ملنے والا ہے، جیسے جن کی زندگی ساری کی ساری دنیا کے گرد گھومتی ہے اور پھر ان کے یہاں دنیا کے لحاظ سے کوئی سیزن آرہا ہو تو اُن کے پورے سال کی منصوبہ بندی اسی سیزن کے گرد گھوم رہی ہوتی ہے۔ ایسے ہی اہلِ ایمان بھی یہی سمجھتے ہیں کہ اگر رمضان کا یہ مقدس مہینہ بڑھیا ہو گیا تو پورا سال بڑھیا ہو جائے گا تو وہ اپنی منصوبہ بندی یوں کیا کرتے تھے کہ رمضان کے مہینے سے پورا فائدہ اٹھایا جاسکے، تو مہینوں پہلے سے اس کی تیاری اور اس کے لیے دعائیں کرتے اور اپنا نظام الاوقات ایسا بنا لیا کرتے تھے کہ رمضان کا کوئی وقت، کوئی گھڑی ضائع نہ ہونے پائے۔

اللہ کے نبی ﷺ شعبان کے آخری دِنوں میں خطبہ دینے کے لیے لوگوں کو اکٹھا فرماتے ہیں اور اس مقدس مہینے کی عظمت بتلاتے ہیں اور عجیب انداز اختیار کرتے ہیں۔ جب آپ ﷺ منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہیں تو آپ ''آمین'' کہتے ہیں، دوسری سیڑھی پر قدم رکھتے ہیں تو پھر ''آمین'' کہتے ہیں اور جب تیسری سیڑھی پر قدم رکھتے ہیں تو پھر ''آمین'' کہتے ہیں۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عرض کرتے ہیں: ''یارسول اللہ ﷺ! آپ کا آج کا طرزِ عمل مختلف تھا، آپ آمین، آمین، آمین فرما رہے تھے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''جبرائیل امین میرے پاس تشریف لائے تھے۔ انھوں نے بددعا دی، پھر دوسری بددعا دی اور پھر تیسری بددعا دی۔ میں نے بھی اللہ سے سفارش کر دی کہ اے اللہ! تُو اس دعا کو قبول فرمالے۔'' جبرائیل امین کی بددعا ہی کافی ہے، پھر آپ ﷺ کی سفارش کہ اے اللہ! اس دعا کو قبول فرمالے تو اس شخص کی ہلاکت میں کیا شک ہے۔ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ''پورے سال میں جتنی اللہ کی رحمتیں اور برکتیں اترتی ہیں، رمضان کی رحمت سے اُن کو اتنی بھی نسبت نہیں، جتنی ایک قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔ اتنی اللہ کی رحمتیں اور برکتیں اس مہینے میں اترتی ہیں۔ حضرت جبرائیل نے فرمایا: جسے ایسی خیروں اور برکتوں والا مہینہ ملا اور پھر بھی اس کی بخشش نہ ہو، اے اللہ! تُو اسے ہلاک کر دے۔ تو میں نے اللہ سے سفارش کر دی آمین! اے اللہ... اس بددعا کو قبول فرمالے۔

ایسا مہینہ ملا، جہاں اللہ رب العزت بخشش کے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ اس کے تین مختلف درجے ہیں اور وہ تینوں درجے انسانوں کے لحاظ سے ہیں۔ ایک عشرہ رحمت کا ہے، ایک عشرہ بخشش کا ہے اور ایک عشرہ جہنم سے چھٹکارے کا ہے۔ جس شخص میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اور وہ آخری گھڑیوں تک اس رمضان کی قدر کرے گا تو اللہ اُس کو بھی جہنم سے نجات دے دیں گے۔ ایک طبقہ تو وہ ہے جو پہلے عشرے کے اندر اللہ کی رحمت کا مستحق بن جاتا ہے اور دوسرا طبقہ وہ ہے، جس کی زندگی غفلت میں گزری، لیکن اس کی حالت اتنی بربادی اور ہلاکت کی نہیں ہے۔ وہ بھی دوسرے عشرے تک اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ عبادت کرتے کرتے بخشش کا مستحق بن جاتا ہے اور تیسرا طبقہ ان انسانوں کا ہے کہ جس کی حالت انتہائی بری ہے، انتہائی غفلت کی زندگی گزری ہے، لیکن پھر بھی اس مقدس مہینے میں ایمان کے ذرّے کی وجہ سے، نیکی کی طرف آگیا... اللہ کے گھر کی طرف آگیا... قرآن کی طرف آگیا... کچھ اس کے داغ دُھلنے لگے... کچھ اللہ

سے تعلق بڑھنے لگا... محنت کرتا رہا، کرتا رہا اور آخری عشرہ آیا اور اللہ رب العزت نے اس پر بھی نظرِ کرم فرمائی اور جہنم سے چھٹکارے کا فیصلہ اس کا بھی ہو گیا تو حضور ﷺ نے اللہ کے ہاں سفارش کی کہ اے اللہ! اس بد دعا کو قبول فرمالے کہ جو ایسا مقدس مہینہ پائے اور پھر بھی اس کی بخشش نہ ہو، اے اللہ! واقعی اس کو ہلاک کر دے۔

یہاں تو اللہ کی رحمت کا شامیانہ لگا ہوا ہے اور ہم اپنی گناہ گار آنکھوں سے اس رحمت کو دیکھ رہے ہیں کہ اگر ذرّہ بھی ایمان کا ہے تو اللہ کا گھر اسے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اللہ کا کلام اسے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اللہ کی رحمت اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ رمضان آتے ہی اس کے دنوں میں تبدیلی، اس کی راتوں میں تبدیلی، اس کے عمل میں تبدیلی، اس کے طرزِ عمل میں تبدیلی۔ قرآن نہیں کھولتا تھا پورا سال اور رمضان آتے ہی تلاوت شروع ہو گئی، اس کے لیے چند نوافل پڑھنا مشکل تھا، لیکن جب اللہ کی رحمت متوجہ ہوئی تو بیس رکعتیں ذوق و شوق کے ساتھ اللہ کا کلام سنتا ہے۔ اس کے لیے فجر پڑھنا مشکل ہو رہی تھی، لیکن اللہ کا فضل ہوا اور سحری میں اٹھا اور چند رکعتیں تہجد کی بھی پڑھنے لگا، اس کے لیے ہاتھ اٹھانا اللہ کے دربار میں مشکل لگ رہا تھا، مگر رمضان کیا آیا ہے، اسے دعاؤں کا اہتمام نصیب ہو گیا۔ کوئی افطار کی گھڑی ایسی نہیں گزری، جس میں یہ اللہ کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتا ہو۔ تو یہ مقدس مہینہ! اپنی رحمتیں دکھا رہا ہے، اپنی برکتیں دِکھا رہا ہے۔ حضور ﷺ نے اس شخص کے لیے، اللہ سے بد دعا کی کہ اے اللہ! جو شخص ایسی رحمتوں والے، ایسی برکتوں والے مہینے کو پائے اور پھر بھی اس کی بخشش نہ ہو تو اسے ہلاک ہی ہونا چاہیے۔

میرے عزیزو...! ایک تو اس مقدّس مہینے کی برکتیں ہم سب کو نصیب ہو جائیں، رحمتیں نصیب ہو جائیں اور ایک درجہ اس سے آگے کا ہے کہ اللہ کرے، اس مقدّس مہینے میں ہماری ایسی تربیت ہو جائے، ہمارے ایمان کی سطح ایسی بلند ہو جائے، ہمیں اپنے مقصدِ زندگی سے ایسا لگاؤ ہو جائے کہ اس مقدّس مہینے کے بعد ہماری پوری زندگی رمضان کے طرز پر آجائے کہ جیسے اللہ کا حکم مانا اور حلال پینا بھی چھوڑ دیا، حلال کھانا بھی چھوڑ دیا... چاہت ہے اور ہے بھی حلال، بھوک ہے اور ہے بھی حلال، تنہائی ہے، کوئی دیکھ بھی نہیں رہا... پھر بھی حلال نہیں کھا رہا... تو میرے عزیزو! کچھ اس پر ایسی محنت ہو جائے کہ بقیہ پورے سال کی زندگی بھی ایسی ہو جائے کہ اللہ نے جن جن حرام چیزوں سے روکا ہے۔ اللہ کی عظمت کو سامنے رکھ کر، نہ کسی قانون کی رسائی ہو اور وہاں اگرچہ کسی کی نظر بھی نہیں پڑ رہی ہو، لیکن اللہ نے منع کیا ہے، اس لیے حرام نہیں کھا سکتا، ناجائز نہیں کھا سکتا، غلط نہیں کر سکتا۔ یہ تربیت اس مقدّس مہینے میں ہو جائے، تاکہ بقیہ پورے سال کے اندر بھی احتیاط شروع ہو جائے، بلکہ یہاں اگر بھولے سے بھی پانی پی لے اور یاد نہ ہو اپنا روزہ تو پریشان ہو جاتا ہے اور فوراً علمائے کرام اور مفتیانِ کرام کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہے: میرا روزہ تو نہیں ٹوٹ گیا، مجھ پر کوئی کفارہ تو نہیں ہے۔

میرے عزیزو! اس مقدّس مہینے کی سب سے بڑی خیر یہ ہے کہ یہی احساس ہمیں پورے سال نصیب ہو جائے کہ گناہ ہو گیا... کہیں اللہ کی پکڑ تو نہیں ہو گی؟ اس کا کفّارہ کیا ہے؟ اس کی توبہ کی شکل کیا ہو گی؟ یہ گناہ کیسے دھویا جا سکتا ہے اور اللہ کے غضب سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟ یہی احساس پیدا کرنے کے لیے رمضان آیا ہے۔ یہی اندر کھٹک پیدا ہو جائے کہ میں جو یہ کر رہا ہوں کہیں اس سے اللہ ناراض نہ ہو جائے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے اور میرے عزیزو! اس مقدّس مہینے میں اپنی یہ تربیت کرنی ہے اور پھر پورا سال اس جیسی زندگی اللہ ہمیں نصیب فرمائے۔ آمین

لیکن یہ تربیت تبھی ہوتی ہے کہ آدمی غذا بھی پوری طرح استعمال کرے اور وہ یہ کہ تلاوت بھی خوب ہو، نوافل بھی خوب ہوں، تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ نماز بھی ہو، اللہ نے موقع دیا ہے سحری میں اٹھنے کا، لہٰذا تہجد کا اہتمام بھی ہو، چلتے پھرتے اذکار زبان پر جاری ہوں اور اس غذا کے ساتھ ساتھ پرہیز بھی ضروری ہے۔

ہماری زندگی میں چالیس سال، پچاس سال، ساٹھ سال سے رمضان آرہا ہوتا ہے، لیکن ہماری زندگی کا رخ نہیں بدلتا، اگر سود لے رہے تھے، تو ابھی تک لے رہے ہیں... بے پردگی ہو رہی تھی، تو ابھی تک ہو رہی ہے... موسیقی کی آوازیں گھروں میں اٹھ رہی تھیں، تو ابھی تک اٹھ رہی ہیں... معاملات میں خیانت تھی، تو ابھی تک چل رہی ہے... رمضان میری زندگی کے چالیس سال، پچاس سال سے آرہا ہے، لیکن مجھے اپنی ان کم زوریوں پر قابو پانے کی طاقت نہیں آئی، میری یہ کم زوریاں میری زندگی سے نہیں نکلیں... بدقسمتی ہے میرے عزیزو! مسلمانوں کے لیے سخت بدقسمتی ہے کہ اس کے ارد گرد ذرائع ابلاغ کا ایسا طوفان ہے، جو اس کو رمضان کی برکتوں سے محروم کرنے کے لیے پورے طور سے اس پر مسلّط ہے کہ آؤ روزہ فلاں کے ساتھ، افطاری فلاں کے ساتھ، یعنی مسلمان دن بھر روزہ رکھے اور افطاری کے وقت برباد کر دے۔ افطاری کے وقت بھی گندگیاں دیکھے اور سحری کے وقت بھی گندگیاں دیکھے... معاذاللہ!

میرے عزیزو! اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے: جس کے روزے میں گناہوں سے پرہیز نہ ہو، اسے بجز کھانے پینے کے رکنے سے اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔ مسلمان روزہ رکھ لیتا ہے، لیکن تربیت اس کی نہیں ہو پاتی، اس لیے کہ رمضان کے اس مقدّس مہینے کے اندر بھی، وہ گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا۔ آنکھیں وہی حرام دیکھ رہی ہیں، کانوں میں وہی موسیقی کی آوازیں پڑ رہی ہیں اور بدقسمتی سے رمضان ہوتا ہے اور فجر کی نماز چھوٹ جاتی ہے۔ سحری کھا کے سو جاتا ہے...!

میرے عزیزو! اللہ رب العزت یہ مقدّس مہینہ عطا فرمانے والے ہیں، اگر ذرّہ برابر بھی ایمان ہوتا ہے اور پھر اس کی قدر ہوتی ہے تو رمضان اسے بہت کچھ دے کے جاتا ہے۔ ہاں! جو خود ہی محروم القسمت ہونا چاہے اور خود ہی جبرائیل امین اور محمد ﷺ کی بد دعا کا مستحق ہونا چاہے تو پھر اس کو ہلاکت سے کون بچا سکتا ہے۔ اس میں عبادات کا بھی خوب اہتمام کرنا ہے اور اپنے گھر کو اور اپنے ماحول کو گناہوں کی گندگیوں سے پاک رکھنا ہے، پھر یہ رمضان کا مقدّس مہینہ، ہمیں بہت کچھ دے گا اور اتنا کچھ دے کے جائے گا ان شاء اللہ کہ یہ سرمایہ پورا سال کام آئے گا۔ اللہ رب العزت مجھے بھی اور آپ کو بھی جو کچھ کہا، سنا اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمادے۔ آمین

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

طارق محمود

سو سے زیادہ معرکوں میں شریک ہونے والے اور سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا لقب پانے والے اسلام کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ 8 ہجری کو اپنے بھائی ولید کے تحریر کردہ خط کو پڑھ کر مسلمان ہونے کی غرض سے رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے دریافت فرمایا کہ ''کہو، کس ارادے سے آئے ہو؟'' حضرت خالدؓ نے فرمایا: ''مسلمان ہونے کے ارادے سے۔'' آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''الحمد للہ! مکہ نے اپنے جگروں کو اس لیے بھیجا کہ اسلام کو ان سے قوت ملے اور اسلام کی خوب خدمت ہو۔'' حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا تھا کہ اہلِ اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، ایک جمِّ غفیر تھا جو آپؓ کو دیکھنے کے لیے آیا۔

جنگِ موتہ : مسلمان ہوتے ہی جو پہلی جنگ آپ رضی اللہ عنہ نے لڑی وہ جنگِ موتہ ہے، یہی وہ جنگ ہے جس کے بعد آپؓ نے ''سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰه'' (اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار) کا مصداق بن کر سیف اللہ کا لقب پایا۔ یکے بعد دیگرے تین عظیم سپہ سالار شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہو چکے تھے کہ مسلمانوں نے حضرت ثابت بن اکرمؓ کی رائے پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالار منتخب کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ پڑھا اور اللہ کی طرف سے جنت کے وعدے کے ساتھ مسلمانوں کی مایوسی دور کرتے ہوئے پُرجوش اور عزمِ استقلال کے ساتھ کفار سے جا بھڑے اور ان کی صفوں میں ایسے گھسے کہ پھر تو خون کے فوارے فضا میں بکھیرتے، سر کاٹتے، دھڑ گراتے عیسائیوں کی صفوں کو چیر ڈالا (بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ اس روز نو تلواریں آپؓ کے ہاتھوں ٹوٹیں)۔ پورا عیسائی لشکر لرز کر رہ گیا اور بدحواسی کے عالم میں بھاگ کھڑا ہوا... مسلمانوں نے بھی جہاں تک ممکن تھا، ان کا تعاقب کیا اور قتل کرتے چلے گئے اور یوں یہ عظیم معرکہ آرائی جس میں مسلمانوں کی تعداد انتہائی معمولی صرف تین ہزار جبکہ عیسائی ایک لاکھ کی تعداد میں تھے، حیران کن فتح و نصرت کی صورت میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں مسلمانوں کے ماتھے کا جھومر بنی۔

ناموسِ رسالت ﷺ کی حفاظت : رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی حفاظت اور دشمنِ ناموسِ رسالت مسیلمہ کذاب کو کیفرِ کردار اور انجام دہی تک پہنچانے کا سہرا بھی حضرت خالد بن ولیدؓ کے سر ہی ہے کہ انہی کی سرکردگی میں وحشی جس نے حالتِ کفر میں حضرت حمزہؓ کو برچھی مار کر شہید کر دیا تھا...آج اسلام کے عَلم کو بلند کرنے کے لیے مسلمانوں کے ساتھ اسلامی لشکر میں شامل تھا۔ مسیلمہ کی تاک میں تھا، نظر پاتے ہی برچھی کا ایسا وار کیا کہ دوہری زرہ پہننے کے باوجود نیزہ پیٹ چیرتا ہوا باہر نکل گیا اور مسیلمہ مردار ہو کر زمین بوس ہو گیا۔

ناقبلِ تسخیر قلعہ : بھنیا کا ناقبلِ تسخیر قلعہ جس کا والی بطلوس تھا، حضرت خالد بن ولیدؓ کی ہمت، جرأت، دلیری اور بہادری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مسلسل حملے کر کر کے دونوں لشکر تھک چکے تھے، دونوں جانب سے شدید خون ریز جنگ جاری تھی... سر، دھڑ کٹ کٹ کے گر رہے تھے، خون کی بارش ہو رہی تھی۔ عیسائی بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے، کیوں کہ انھوں نے دیکھ لیا تھا کہ مسلمان تعداد میں بہت کم ہیں، اس لیے ان کا حملہ بڑی شدّت سے ہو رہا تھا، جبکہ مسلمان بڑے صبر و استقلال سے لڑ رہے تھے اور ان کے ہر حملے کا جواب نہایت ہی بہادری اور دلیری سے دیتے چلے جا رہے تھے...

حضرت خالد بن ولیدؓ نے لشکرِ زحف سے جو ہمیشہ آپؓ کے ساتھ ہوتا تھا، بلند آواز سے کہا: ''چلو چلو! آگر آج تم پیچھے رہ گئے تو تمہارے لیے بڑا ننگ و عار کا باعث ہو گا۔'' یہ کہا اور عیسائیوں کے لشکر میں گھس گئے اور اس شدّت سے حملہ کیا کہ عیسائیوں کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ صفوں کو چیرتے چلے جا رہے تھے اور گاجر مولیوں کی طرح عیسائی کٹ کٹ کر گر رہے تھے... یہ حالت دیکھ کر بطلوس بھاگ نکلنے میں کام یاب ہو گیا تو دیکھتے ہی دیکھتے عیسائیوں نے بھی راہِ فرار اختیار کی اور پھر بطلوس کو مسلمانوں سے بھڑنے کی کبھی جرأت نہ ہوئی... قلعہ کے باہر مسلمان کئی مہینوں سے محاصرہ کیے بیٹھے رہے، لیکن کوئی صورت نہ بن پا رہی تھی کہ وہ قلعے میں داخل ہو سکیں...

ایک خفیہ جاسوس وہاں آنکلا، حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کو گرفتار کر لیا اور پوچھا کہ تم قلعہ سے کیسے اور کس راستے سے باہر آئے، اس نے وہ راستہ بتا دیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ اسلامی لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے اور قلعے کا دروازہ کھول ڈالا اور حملہ کر دیا، عیسائیوں کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ دیا اور خون کی ندیاں بہا دیں، ایک صف کو چیرتے اور آن کی آن میں دوسری صف کی جانب بڑھ جاتے تھے، اب عیسائی بھی چوکس ہوتے جا رہے تھے، لیکن مسلمان استقلال کا پہاڑ بنے عیسائیوں کے سامنے ڈٹے ہوئے تھے۔ خوب گھمسان کی جنگ جاری تھی، تلواروں اور نیزوں سے جسم چھلنی ہو رہے تھے... صفوں کو چیرتے حضرت خالد بن ولیدؓ بطلوس تک پہنچ گئے۔ بطلوس نے جب دیکھا تو فوراً حملہ کیا، لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے نیزے کا ایسا وار کیا کہ پسلیاں توڑتا ہوا پشت سے باہر نکلا اور یوں بطلوس ہمیشہ کے لیے خاک کا پیوند بن گیا۔ اس طرح بھنیا کا ناقابلِ تسخیر قلعہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی شجاعت، بہادری، جفاکشی اور ہمت سے فتح ہوا۔

یہ تھے حضرت خالد بن ولیدؓ، ہمت و جرأت کے پہاڑ اور اولوالعزم والے، جن کا نام اور ان کے کارنامے تاریخ کا جھومر بن کر اسلام کے مجاہد جنگجوؤں اور دلیروں کو ہمیشہ ہمت و حوصلہ، جرأت و بہادری اور عزم و استقلال کا درس دیتے رہیں گے۔ اللہ رب العزت ہمیں حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے عظیم جرنیل و سپہ سالار کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے استقامت اور صبر و استقلال کا پیکر بن کر اسلام اور ملک و ملت کی خاطر تن مَن دَھن قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

/perfectairfreshener

Perfect® Matic

Automatic Room Spray

with adjustable Timmer & Sensor

Perfect Matic offer a unique fragrance experience that blends attractive design with motion-sensor technology that allows the unit to spray on desired time selector.

Equipped with motion sensor technology, sprays automatically in 15, 20, or 30 minutes depending on the switch setting. The automatic dispenser is a modern and compact way to freshen your environment without the hassle of personal engagement.

The unit also comes with a boost button that can be press at any time for an extra burst of fragrance. Choose from a variety of quality Perfect fragrances.

With 3000 sprays

Quickly | Quietly | Automatically

حضرت وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ

حذیفہ رفیق

کوفہ کے بزرگوں میں سے تھے، 129 ھ میں پیدا ہوئے، دادا کا نام بھی ملیح تھا اور ایک بیٹے کا نام بھی ملیح رکھا تھا باقی دو بیٹوں کے نام ابراہیم اور سفیان تھا۔ عراق کے بڑے محدّث تھے۔ کثرت سے روزے رکھتے تھے اور رات کا اکثر حصّہ نماز میں قرآن کی تلاوت فرماتے تھے، بلکہ نماز سے تو ایسا لگاؤ اور اتنا اہتمام تھا کہ احمد بن سنان کہتے ہیں: ”وکیعؒ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو انتہائی سکون اور اطمینان سے کھڑے ہوتے، بالکل بھی حرکت نہیں فرماتے، (لمبی لمبی رکعتوں میں بھی) کسی ایک ٹانگ پر جھک کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، بالکل سیدھے کھڑے ہوتے۔“

ان کے بیٹے ابراہیم بن وکیع کہتے ہیں: ”جب والد صاحب رات کو تہجد پڑھتے تو ہمارا پورا گھر تہجد پڑھتا، کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہوتا، جو تہجد نہ پڑھ رہا ہو، یہاں تک کہ گھر میں کام کرنے والی حبشن ماسی بھی تہجد پڑھتی تھی۔“ رات کو اس وقت تک آرام نہیں فرماتے، جب تک کہ اپنی تلاوت کا معمول پورا نہیں فرمالیتے، کئی دفعہ تو ایک تہائی قرآن ایک دن اور رات میں تلاوت فرماتے۔ خود وکیعؒ فرماتے تھے: ”جس نے نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے اس کی تیاری نہیں کی، گویا اس نے نماز کی تعظیم نہیں کی۔“ اور یہ بھی فرمایا: ”جو تکبیر اولی کی پرواہ نہ کرے تو اس سے اپنے ہاتھ کھینچ لو۔“ اللہ تعالی ہمیں بھی نماز و قرآن کا ایسا شوق و شغف نصیب فرمائے، آمین۔

امام احمد بن حنبلؒ ان کی بے حد تعظیم فرماتے تھے، کہتے تھے: ”میں نے وکیعؒ جیسا حدیث کا حافظ اور عالم نہیں دیکھا اور اس سے بڑھ کر ان کا تقوی اور خشوع و خضوع تھا۔“ اور ایک دفعہ فرمایا: ”میری آنکھوں نے وکیع جیسا شخص نہیں دیکھا، حدیث بہت عمدہ یاد کرتے تھے اور فقہ میں بھی ماہر تھے، بہت متقّی پرہیزگار انسان تھے، کبھی بھی ان کی زبان سے کسی کی برائی نہیں سنی گئی۔“

سفیان ثوریؒ کے قریبی شاگرد تھے، ان کے حلقۂ حدیث میں شریک ہوتے اور ان سے احادیث نقل کرتے، سفیانؒ کی ان پر خاص نظر تھی، انھوں نے ان کی آنکھوں میں چمکتی ہوئی ذہانت و فطانت کو دیکھ کر اپنی زندگی میں ہی کہہ دیا تھا کہ ”یہ نوجوان مرنے سے پہلے بہت اونچا مقام پائے گا۔“ اور پھر جب سفیان ثوریؒ کا انتقال ہوا تو ان کا حدیث کا حلقہ لینے کے لیے وکیعؒ سے زیادہ موزوں کوئی شخص نہ مل سکا، چناں چہ انھوں نے ثوریؒ کی مسندِ حدیث سنبھالی۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً 32 یا 33 سال تھی۔

بہت مضبوط حافظے کے مالک تھے، جب سفیان ثوریؒ کے حلقۂ حدیث میں شریک ہوتے تو کبھی بھی قلم لے کر نہیں بیٹھتے، بلکہ جو سنتے وہ سب یاد کر لیتے اور گھر آکر مجلس کی ساری احادیث لکھ لیتے۔ علی بن خشرم کہتے ہیں: میں نے کبھی وکیع کے ہاتھ میں کتاب نہیں دیکھی، وہ اپنے حافظے سے ہی احادیث سناتے تھے۔ ایک روز میں نے ان سے پوچھ لیا: ”کیا حافظہ تیز کرنے کی کوئی دوائی ہے؟“ انھوں نے کہا: ”ایک دوائی ہے، بتاؤں گا تو استعمال کروں گا؟“ میں نے کہا: ضرور، کیوں نہیں! فرمانے لگے:

تَرْکُ الْمَعَاصِی، مَاجَرَّبْتُ مِثْلَہٗ لِلْحِفْظِ!

”گناہوں کو چھوڑ دو، حافظہ تیز کرنے کے لیے اس سے زیادہ مجرب اور نافع دوائی

میرے علم میں نہیں۔“

یحییٰ بن معینؒ حدیث کے بڑے عالم تھے اور حدیث نقل کرنے والوں کو بہت گہری نگاہ سے پرکھتے تھے اور اس فن کے امام کہلاتے تھے‘ اسی وجہ سے وہ ہر ایک کے متعلق اس کے مرتبہ کے موافق ہی عادلانہ منصفانہ رائے پیش کرتے تھے‘ وہ بھی وکیع کا بہت احترام فرماتے اور ان کا دفاع بھی کرتے تھے‘ فرمایا: ”وکیع اپنے زمانے میں امام اوزاعیؒ کی سی شان رکھتے ہیں۔“ یحییٰ ہی نقل کرتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ وکیعؒ نے کسی کتاب سے زہد (دنیا سے بے رغبتی) کی احادیث پڑھنا شروع کیں‘ پڑھتے پڑھتے ایک حدیث پر پہنچے تو آگے نہیں پڑھ سکے‘ کتاب چھوڑی اور گھر چلے گئے‘ دوسرے دن آئے پھر حدیث پڑھنا شروع کی‘ اس حدیث پر پہنچے‘ پھر نہیں پڑھ سکے‘ تین دن تک ایسے ہوتا رہا!“ کسی نے یحییٰؒ سے پوچھا: وہ حدیث کون سی تھی؟ فرمایا: ”وہ حدیث یہ ہے کہ: مجاہدؒ (تابعی) فرماتے ہیں: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے میرا جسم (کندھا) پکڑ کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے دونوں مونڈھے (کندھے) پکڑے اور فرمایا تھا:

یَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ! کُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

”اے عبداللہ بن عمر! دنیا میں ایسے رہنا جیسے پردیسی رہتا ہے‘ بلکہ ایسے زندگی گزارنا جیسے راہ چلتا مسافر ہوتا ہے۔“ راہ چلتا مسافر کہیں ٹھکانہ تو کیا بنائے‘ اپنی ضروریات بھی پوری نہیں کرتا کہ منزل پر پہنچ کر ہی ساری ضرورتیں پوری کریں گے اور ہماری منزل جنت ہے‘ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آخرت کا یقین اور استحضار نصیب فرمائے‘ آمین۔

ان کے ایک اور بیٹے سفیان بن وکیع اپنے والد کا نظام الاوقات اور معمولاتِ زندگی کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں: ”والد صاحب صبح سویرے (فجر کے بعد) حدیث کا حلقہ لے لیتے‘ مختلف علاقوں سے طلبا حدیث سننے کے لیے جمع ہوتے تھے‘ یہ حدیث کا حلقہ دن چڑھنے تک جاری رہتا‘ اس کے بعد پھر گھر تشریف لے آتے اور کچھ دیر قیلولہ (آرام) فرماتے‘ پھر ظہر کی نماز کے لیے اٹھتے‘ نمازِ ظہر کے بعد ان کا ایک عجیب معمول تھا۔“ (اس زمانے میں میٹھے پانی کی لائنیں نہیں ہوتی تھیں‘ چناں چہ نہروں سے مشکیزوں اور پکھالوں (کھال سے بنایا ہوا تھیلا جس میں پانی بھرتے ہیں) میں پانی بھر کر گھروں میں لایا جاتا تھا اور مخصوص پیشے کے لوگ یہ کام انجام دیتے تھے کہ نہروں سے پانی بھر بھر کر جانوروں پر لاد کر لوگوں کے گھروں تک پہنچاتے تھے‘ یہ پیشہ اختیار کرنے والے کو سقّا یا ماشکی کہتے ہیں)

وہ معمول یہ تھا کہ والد صاحب اس سڑک پر چلے جاتے جہاں سے یہ سقّے (پانی بھرنے والے) نہر سے پانی بھر کر اوپر چڑھائی پر پہنچ جاتے‘ چوں کہ نہر ڈھلان میں تھی‘ اس لیے جب جانور چڑھائی چڑھ کر شہر کی سڑک پر پہنچتے تو وہ لوگ کچھ دیر کے لیے جانوروں کو ستانے کے لیے چھوڑ دیتے تھے‘ اس دوران والد صاحب ان میں سے ایک ایک کے پاس جاتے اور سلام دعا کر کے ان کو قرآن کریم کی چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد کراتے‘ تاکہ ان کو اتنا قرآن یاد ہو جائے جس سے وہ درست طریقے سے نماز میں پڑھ سکیں‘ عصر تک والد صاحب کی یہی مشغولیت رہتی‘ عصر کے وقت اپنی مسجد میں تشریف لے آتے اور نماز کے بعد قرآن کا درس دیتے اور پھر مغرب تک ذکر میں اور اپنے اوراد و وظائف میں مشغول رہتے‘ مغرب میں افطار فرماتے‘ (نماز عشاء کے بعد) نوافل کے لیے کھڑے ہو جاتے اور ساتھ میں نبیذ (کھجور کا عرق) رکھتے‘ سلام پھیر کر نبیذ پیتے‘ جب نبیذ ختم ہوتا تو سو جاتے۔“

(دوستو! ذرا ہم سوچیں‘ یہ اتنے بڑے محدّث اور عالم ہیں‘ جن کی تعریف کرتے امام احمد بن حنبلؒ نہیں تھکتے اور کہتے ہیں کہ: میری آنکھوں نے وکیعؒ جیسا شخص نہیں دیکھا‘ ان کا ظہر سے عصر تک کا یہ مستقل معمول ہے کہ ماشکیوں کو قرآن سکھا رہے ہیں‘ جو کہ عموماً بدمزاج بھی ہوتے ہیں اور کسی کے رتبے کا خیال بھی نہیں رکھتے ہیں‘ اگر یہی وکیع اس وقت میں مسجد میں بیٹھ جاتے تو ان کے پاس بڑی تعداد میں حدیث کے طلبا اکٹھے ہو جاتے‘ جو ان کا ادب بھی کرتے اور ان کی بات توجہ سے سنتے اور اس کو یاد بھی کرتے اور وہ بھی دین کا بہت بڑا کام ہوتا‘ لیکن وکیعؒ نے اس سب کے باوجود ان ماشکیوں کو قرآن سکھانے میں یہ وقت لگایا‘ یقیناً یہ چیز کچھ اہمیت رکھتی ہے! لہٰذا ہم بھی نیت کریں کہ ہمارے اطراف میں چوکیدار ہیں‘ ڈرائیور حضرات ہیں‘ سیکورٹی گارڈ ہیں‘ کام کرنے والے مزدور‘ پلمبر اور پینٹر ہیں‘ وغیرہ وغیرہ‘ ان سب کو قرآن کی سورتیں‘ دعائیں اور التحیّات سکھانے کی کوشش کریں گے اور اگر آپ نے کسی کو ایک چھوٹی سی دعا بھی سکھادی تو جب تک وہ دعا پڑھتا رہے گا آپ کو اس کا مسلسل ثواب ملتا رہے گا‘ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے‘ آمین)

196ھ میں حج کے لیے تشریف لے گئے‘ واپسی میں طبیعت بگڑی اور عراق کی جانب آدھا راستہ طے کرنے کے بعد ایک آباد شہر ”فید“ میں پہنچے تو اس سے آگے نہ بڑھ سکے اور وہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دھوکے کے گھر سے رخصت ہوئے اور وہاں جا پہنچے جہاں کی تیاری میں عمر کھپا بیٹھے تھے‘ 197ھ کو عاشوراء کے دن (یعنی 10 محرم) کو ”فید“ میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ انتقال سے کچھ دیر پہلے فرمانے لگے: ”ابھی ابھی مجھے سفیان ثوریؒ دکھائی دیے‘ فرما رہے تھے: تمہاری جگہ میرے پڑوس میں ہی ہے‘ بس اب میں جلد ہی ان کے پاس پہنچنے والا ہوں۔“ اللہ تعالیٰ وکیعؒ سے راضی ہو جائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے‘ آمین۔

سیر اعلام النبلاء: 9/140‘ 168
تاریخ بغداد: 13/471‘ 485‘ رقم: 7332
صفة الصفوة: 2/82‘ رقم: 453
حلیة الاولیاء: 8/412‘ 415‘ رقم: 439

نوٹ: فروری کے شمارے میں ”قابلِ اقتدا ہستیاں“ کے تحت حضرت ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ پر مضمون لگا تھا‘ اس میں غلطی سے ”ز“ کے نیچے زیر لگ گئی تھی‘ یہ ”ز“ کی پیش کے ساتھ حضرت ابوزُرعہ نام ہے۔

بادشاہ سے ملاقات

ڈاکٹر ذیشان الحسن عثمانی

عبداللہ کو پہلے پہل تو یقین ہی نہ آیا' وہ سمجھا کہ کوئی دھوکہ دہی کی کال ہے' کہاں وہ اور کہاں بادشاہ سلامت' مگر پھر آنے والی کالز اور ای میل نے بات کچھ کنفرم کردی کہ عبداللہ کو ایک بڑے ملک کے بادشاہ نے ملنے کو بلایا ہے۔

عبداللہ سوچنے لگا کہ چھٹیوں کا موسم ہے نہ ویزہ لگنا ہے نہ جانا ہوگا اور نہ اس کے پاس وقت ہے دھکے کھانے کا کہ وہ تو خود کئی مہینوں سے بے روزگاری کا عفریت جھیل رہا تھا اور کسی خرچے یا مذاق کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا' مگر اگلے چند ہی دنوں میں گھر بیٹھے ویزہ بھی آگیا اور ٹکٹ بھی۔

بزنس کلاس ٹکٹ تو تھی ہی مگر ایسے لگ رہا تھا کہ ایئر لائن کاؤنٹر سے لے کر بزنس لاؤنج تک اور ایئر ہوسٹس سے لے کر پائلٹ تک سب کو پتا ہو کہ وہ بادشاہ کا مہمان ہے' ہر ایک بس بچھا جا رہا تھا۔ عبداللہ سوچنے لگا کہ معراج کی رات کیا ہوا ہوگا؟

عبداللہ کا معاملہ بھی عجیب تھا' جتنا اعزاز اسے ملتا وہ اتنا ہی پگھلتا چلا جاتا۔ وہ دوستوں سے کہتا کہ کیا کروں ''عاجزی'' میری مادری زبان ہے' مٹی کو زیب نہیں دیتا کہ آگ کا رویہ رکھے' خیر جہاز رکا تو عبداللہ نے امیگریشن پر گزارے جانے والے پچھلے تجربات کو یاد کر کے دعا مانگنی شروع کردی' پچھلے سال اسی ایئرپورٹ پر پورے سولہ گھنٹے لگے تھے' مگر وہ جیسے ہی جہاز سے اترا' جہاز کے ساتھ ہی ایک خوب صورت کالی گاڑی اس کی منتظر تھی۔

جہاز سے اتر کر لیموزین میں بیٹھنے کا اس کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ نہ کوئی امیگریشن' نہ سیکیورٹی۔ انسان بھی عجیب چیز ہے' کوئی پریشانی نہ بھی ہو تو دو چار بلاوجہ کی نکال لیتا ہے' اسے رہ رہ کر اپنے سامان کا خیال آرہا تھا کہ اسے واپس ایئرپورٹ آنا پڑے گا۔

ڈرائیور کے ساتھ آئے منیجر نے ہاتھ میں ٹھنڈے پانی کی بوتل پکڑاتے ہوئے نہایت ادب سے پوچھا' آپ کچھ پریشان دِکھتے ہیں۔

جی' وہ میرا سامان' میں بدحواسی میں آپ کو بتانا بھول گیا۔ آپ فکر نہ کریں' آپ کے پہنچنے تک وہ آپ کی رہائش گاہ تک پہنچ چکا ہوگا' جس نے آپ کو بلایا ہے' آپ کے تمام کام بھی اس کی ذمہ داری ہے' آپ فکر نہ کریں۔

کچھ دیر میں گاڑی ایک عظیم الشان محل میں داخل ہوگئی' نہ کسی نے روکا نہ کچھ پوچھا۔ عبداللہ کمرے میں گیا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ قالین کے نقوش سے لے کر پردوں اور لائٹوں کے ڈیزائن تک' واش روم میں لگے نلکے اور پائپ سے لے کر' کمرے سے ملحق کچن کے اپلائنسز تک' ہر چیز ایسی کہ اس نے پہلی بار دیکھی' اگرچہ وہ دنیا کے چالیس سے زائد ممالک گھوم چکا تھا' مگر یہاں سب کچھ نیا تھا۔ عبداللہ صبح کی ملاقات سے قطع نظر رات بھر جائے نماز پر بیٹھا دعا مانگتا رہا کہ اللہ اگر محل ایسے ہی ہوتے ہیں تو جنت میں کیسے ہوں گے' بس آج اٹھا لے' اب یہاں جی نہیں لگے گا۔ (بقیہ ص 29 پر)

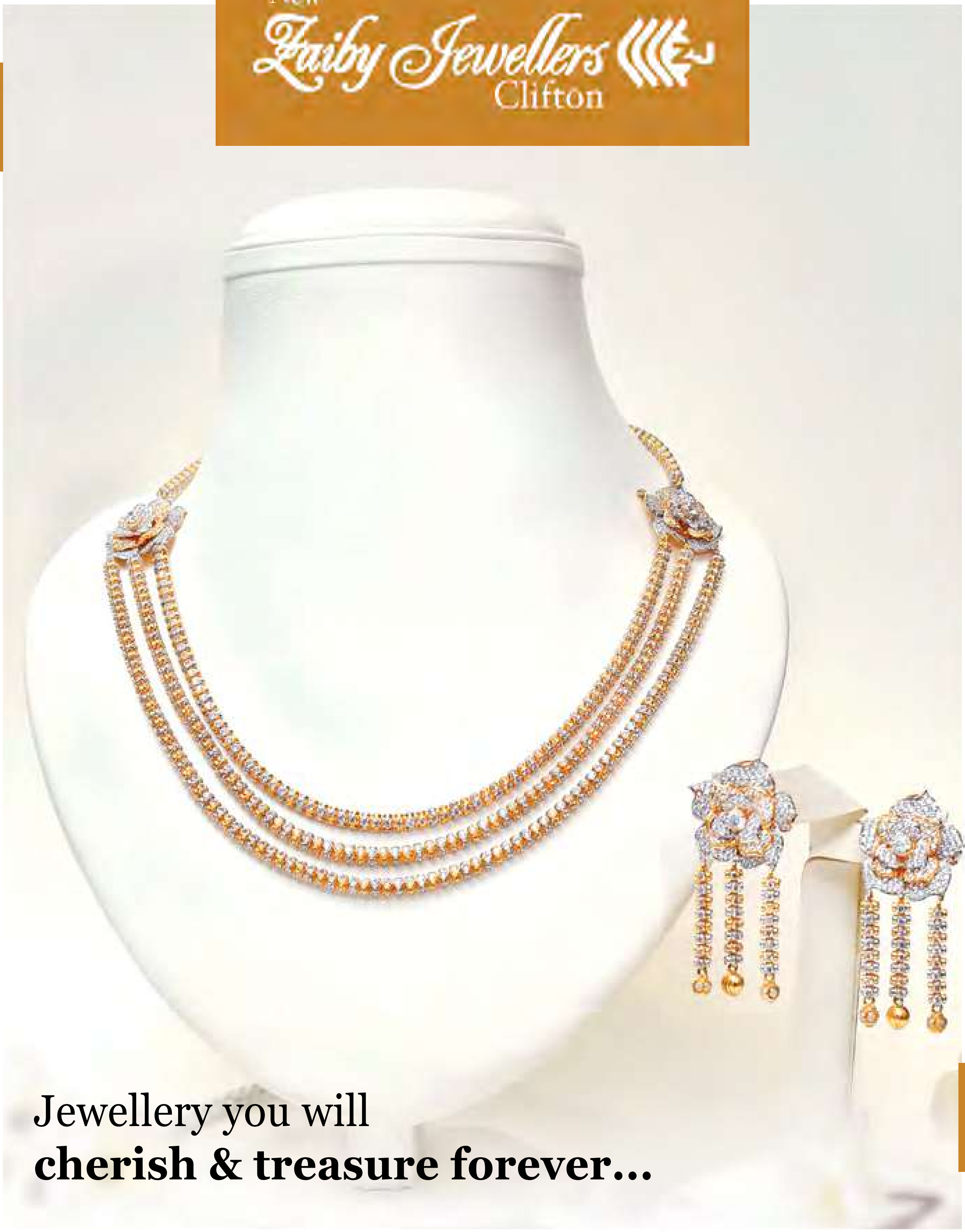

021 35835455, 35835488

newzaibyjewellers

newzaibyjewellers@gmail.com

S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton, Khi.

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

اجرت سے زائد رقم دینے کا فیشن

سوال: آج کل ہمارے معاشرے میں ایک نئے فیشن کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ یہ کہ ''ٹپ''، ''بخشش'' اور ''اوپر کی آمدنی'' کے نام سے کسی خدمت گار کو اس کی خدمتوں کے طفیل اس کے مقررہ معاوضے کے علاوہ فاضل انعام دیا جاتا ہے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: واضح رہے کہ کسی شخص کو اس کے مقررہ معاوضے سے زائد رقم دے دینا نہ صرف جائز، بل کہ مستحب ہے، لیکن اس سلسلے میں چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

1 : لینے والوں کو اپنے مقررہ معاوضے سے زیادہ کی طمع نہیں ہونی چاہیے۔

2 : اگر کوئی شخص انعام نہ دے تو نہ اس سے مطالبہ کیا جائے، نہ اس کو بخیل سمجھا جائے کہ شرعاً یہ دونوں باتیں حرام ہیں۔

3 : جو چیز حرام کا ذریعہ بنے وہ بھی حرام ہوتی ہے، مثلاً: پیشہ ورانہ طور پر بھیک مانگنا حرام ہے اور جو لوگ ان پیشہ ورانہ بھکاریوں کو پیسے دیتے ہیں وہ گویا ان کو بھیک مانگنے کا خوگر اور عادی بناتے ہیں، اس لیے بعض علمائے وقت نے تصریح کی ہے کہ پیشہ ور بھکاریوں کا بھیک مانگنا ہی حرام نہیں، ان کو دینا بھی حرام ہے۔ اسی طرح اگر زائد رقم دینے کے ذریعے ان حضرات میں مطالبہ کرنے کی عادت پڑنے اور نہ دینے والے کو بخیل اور حقیر سمجھنے کا مرض پیدا ہو جائے تو یہ سب خود لائقِ ترک ہو جائے گا۔

جان چھڑانے کے لیے رشوت دینا

سوال: آج کل پولیس والے، لوگوں کو بلاوجہ تنگ کرتے ہیں۔ گاڑیوں کے کاغذات وغیرہ پورے ہونے کے باوجود کہتے ہیں کہ جرمانہ دو! یہ جرمانہ بطورِ رشوت کے لیتے ہیں۔ اگر جرمانہ نہ دیا جائے تو چالان کر دیتے ہیں، جس سے عدالتوں کی مصیبت گلے پڑ جاتی ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ اگر ایسی صورتِ حال میں کوئی آدمی رشوت دے کر اپنی جان چھڑا لیتا ہے تو کیا وہ اس حدیث کا مصداق ہو گا کہ رشوت دینے اور لینے والا دونوں جہنمی ہیں؟ اگر ایسا واقعہ پیش آ جائے تو کیا کیا جائے؟

جواب: اپنی عزت بچانے کے لیے اگر مجبوری سے رشوت دینی پڑے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر پکڑ نہیں فرمائیں گے۔

ناجائز کمائی بچوں کو کھلانے کا گناہ کس پر ہو گا؟

سوال: ایک آدمی اپنے بچوں کو ناجائز طریقے سے کمائی ہوئی دولت کھلاتا ہے، یہاں تک کہ بچے بالغ اور سمجھ دار ہو جاتے ہیں اور بچوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے باپ نے ہمیں حرام کی کمائی کھلائی، تو کیا بچوں کو اپنے والدین سے الگ ہو جانا چاہیے؟ اگر بچے ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ خود کما کھا سکیں تو بچوں کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا باپ کا گناہ بچوں کو بھی ہو گا؟

جواب: واضح رہے کہ بالغ ہونے اور علم ہو جانے کے بعد تو بچے بھی گناہ گار ہوں گے، لہٰذا ان کو اس قسم کی کمائی سے پرہیز کرنا چاہیے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر الگ ہونا چاہیے، البتہ والدین کی خدمت اور احترام میں کوئی کمی نہ کریں اور ان کی

ضروریات اگر ہوں تو ان کو بھی پورا کیا کریں۔

اپنی زندگی میں جائیداد کس نسبت سے اولاد کو تقسیم کرنی چاہیے؟

سوال: میری چھ اولادیں ہیں‘ جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے: 4 لڑکیاں شادی شدہ‘ ایک لڑکا شادی شدہ‘ ایک لڑکا غیر شادی شدہ۔ میری کچھ جائیداد ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اولاد میں سے جس جس کا جو حصہ شریعت کی رُو سے بنتا ہے‘ میں اپنی زندگی میں ہی اس کو حصہ دے دوں۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ پہلے غیر شادی شدہ لڑکے کا حصہ نکال کر (یعنی شادی کے اخراجات) باقی جائیداد اور نقدی کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ ایک روز چاروں لڑکیاں اور چاروں داماد موجود تھے‘ میں نے ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا‘ چوں کہ چاروں لڑکیاں صاحبِ نصاب ہیں انہوں نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بہت دیا ہے‘ ہم چاروں اپنے حصے دونوں بھائیوں کو دینا چاہتی ہیں۔ اب فرمائیے کہ اس جائیداد کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں آپ اپنے غیر شادی شدہ لڑکے کے اخراجات نکال کر اس لڑکے کے حوالے کرکے باقی جائیداد اپنی زندگی ہی میں اپنی تمام اولاد میں تقسیم کرسکتے ہیں‘ البتہ اس تقسیم کے لیے ضروری ہے کہ لڑکے اور لڑکی دونوں کو برابر کا حصہ دیں‘ نیز جو جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ان کے درمیان تقسیم کریں‘ وہ ان کے قبضے میں دے دیں۔ اگر آپ نے جائیداد ان کے قبضے میں نہیں دی‘ بل کہ محض کاغذی طور پر تقسیم کی ہے اور جائیداد اپنے قبضے میں رکھی ہے تو آپ کے انتقال کے وقت وہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ جو آپ کے قبضے میں ہے‘ اس کی تقسیم میراث کے اصولوں کے مطابق ہوگی‘ یعنی لڑکی کا ایک حصہ اور لڑکے کے دو حصے۔ آپ کی لڑکیاں اگر اپنے حصے سے دست بردار ہونا چاہتی ہیں تو آپ اپنی تمام جائیداد اپنے لڑکوں کو دے سکتے ہیں۔ اس صورت میں اگر آپ نے لڑکوں کے درمیان جائیداد تقسیم کرکے ان کو قبضہ دے دیا تو آپ کے انتقال کے بعد آپ کی لڑکیوں کو اس میں حصے کا مطالبہ کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اگر آپ نے انتقال تک لڑکوں کو قبضہ نہ دیا تو آپ کے انتقال کے بعد لڑکیاں اس جائیداد میں اپنے حصے کا مطالبہ میراث کے اصولوں کے مطابق کرسکتی ہیں۔

دفتری اوقات میں نماز‘ ذکر وتلاوت وغیرہ کا حکم

سوال: بعض سرکاری ملازمین‘ مثلاً: اساتذہ‘ کلرک وغیرہ ڈیوٹی کے اوقات کے دوران‘ جب کہ کوئی وقفہ بھی نہیں (یعنی وقفہ کے علاوہ) اوقات میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور اس دوران کوئی کام نہیں کرتے‘ جس کی وجہ سے اساتذہ کرام سے بچوں کا اور دیگر ملازمین سے دفتر اور متعلقہ افراد کا نقصان یا کام کا حرج ہوتا ہے‘ ان کا یہ فعل ثواب ہے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ سرکاری ملازمین ہوں یا نجی ملازم‘ ان کے اوقاتِ کار ان کے اپنے نہیں‘ بل کہ جس ادارے کے وہ ملازم ہیں اس نے تنخواہ کے عوض ان اوقات کو ان سے خرید لیا ہے۔ ان کے وہ اوقات اس ادارے اور قوم کی امانت ہیں۔ اگر وہ ان اوقات کو اس کام پر صَرف کرتے ہیں جو ان کے سپرد کیا گیا ہے تو امانت کا حق ادا کرتے ہیں اور ان کی تنخواہ ان کے لیے حلال ہے۔ اگر ان اوقات میں کوئی دوسرا کام کرتے ہیں (مثلاً: ذکر وتلاوت وغیرہ) یا کوئی کام نہیں کرتے‘ بل کہ گپ شپ میں گزار دیتے ہیں تو وہ امانت میں خیانت کرتے ہیں اور ان کی تنخواہ ان کے لیے حلال نہیں۔ تاہم اگر دفتر کا مطلوبہ کام نمٹا چکے ہیں اور وہ کام نہ ہونے کی وجہ سے فارغ بیٹھے ہوں تو اس وقت ذکر وتلاوت کرنا جائز ہے‘ اسی طرح کسی اور اچھے کام میں اس وقت کو صَرف کرنا بھی صحیح ہے۔

ہمارا ملازم طبقہ اس معاملے میں بہت کوتاہی کرتا ہے‘ دیانت وامانت کے ساتھ کام کے وقت کام کرنے کا تصور ہی جاتا رہا۔ یہ حضرات عوام کے نوکر ہیں‘ ملازم ہیں۔ سرکاری خزانے میں عوام کی کمائی سے جمع ہونے والی رقوم سے تنخواہ پاتے ہیں‘ لیکن کام چوری کا یہ عالم ہے کہ عوام دفتروں کے بار بار چکر لگاتے ہیں اور ناکام واپس ہوجاتے ہیں۔ اگر رشوت یا سفارش چل جائے تو کام فوراً ہوجاتا ہے۔ گویا یہی حضرات سرکار کے اور سرکار کی وساطت سے عوام کے ملازم نہیں‘ بل کہ رشوت وسفارش کے ملازم ہیں۔ انصاف کیا جائے کہ ایسے ملازمین کی تنخواہ ان کے لیے کیسے حلال ہوسکتی ہے؟ اگر ان کو دل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس ہو اور انہیں معلوم ہو کہ کل قیامت کے دن ان کو اپنے ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے تو دفتری کام کو دیانت وامانت کے ساتھ انجام دیا کریں اور عوام ان کے طرزِ عمل سے پریشان نہ ہوا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں امانت ودیانت کی دولت سے بہرہ وَر فرمائیں!

خودکشی کیوں حرام ہے؟

سوال: ہر ذی روح کے لیے موت کا وقت‘ جگہ اور طریقہ متعین ہے‘ لیکن خودکشی کو حرام موت قرار دیا گیا ہے‘ تو کیا خودکشی کرنے والے کی موت‘ وقت‘ جگہ اور طریقہ والے کلیہ کے ضمن میں نہیں آتی؟

جواب: واضح رہے کہ خودکشی کرنے والے کی موت بھی اپنے وقت ہی پر آتی ہے‘ اس کے باوجود خودکشی کرنے والا گناہ گار ہے‘ جیسا کہ جو شخص قتل ہوجائے‘ اس کی موت بھی اپنے وقتِ مقررہ پر ہی آتی ہے‘ لیکن اس کے باوجود پھر بھی قاتل سزائے موت کا مستحق اور دنیا وآخرت میں ملعون ہے۔

تیرنا نہ جاننے والے کا سمندر میں نہانا خودکشی ہے

سوال: موسم گرما میں اکثر لوگ ساحلِ سمندر پر پکنک پر جاتے ہیں اور آئے دن سمندر میں ڈوبنے کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ شرعی نقطۂ نگاہ سے ساحلِ سمندر پر پکنک پر جانا کیسا ہے؟ ایک شخص تیرنا نہیں جانتا‘ پھر بھی سمندر میں آگے جاتا ہے‘ ڈوب جانے کی صورت میں کیا یہ موت خودکشی کہلائے گی؟

جواب: واضح رہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص تیرنا نہیں جانتا‘ اس کے باوجود گہرے سمندر میں جاتا ہے تو خودکشی کا مرتکب ہوگا۔ حکومت کا بھی فرض ہے کہ جہاں ساحلِ سمندر پر ہلاکت کا خطرہ ہو‘ اس کو ممنوع علاقہ قرار دے اور کسی کو وہاں سیر وتفریح کی اجازت نہ دے۔

ماں باپ کے نافرمان کی عبادت کی شرعی حیثیت

سوال: میں نے ایک حدیث سنی ہے کہ ماں باپ کے نافرمان کا فرض اور نفل ایک بھی قبول نہیں ہوتا۔ تو کیا ایسے شخص کا نماز پڑھنا یا نہ پڑھنا یا نیکی کا کوئی اور کام کرنا یا نہ کرنا برابر ہے؟

جواب: حدیث کا مطلب آپ نے اُلٹ کردیا‘ حدیث سے مقصود یہ ہے کہ اس شخص کو ماں باپ کی نافرمانی چھوڑ دینی چاہیے‘ تاکہ اس کی عبادت قبول ہو‘ یہ نہیں کہ والدین کی نافرمانی پر بدستور قائم رہتے ہوئے عبادت ہی چھوڑ دینی چاہیے۔

باورچی خانہ اور ہماری صحت

● حکیم شمیم احمد

تعارف

شہد کو عربی میں عسل اور انگریزی میں Honey کہتے ہیں۔ شہد قدرت کی طرف سے انسان کے لیے ایک شاندار تحفہ ہے' اس میں منفرد قسم کی حیرت انگیز اور طبّی خوبیاں ہیں۔ یہ ایک لیس دار اور میٹھا نیم شفاف سیال ہے' جس کا رنگ زردی مائل بھورا ہوتا ہے۔ ترشی مائل شیریں ذائقہ رکھتا ہے۔ کچھ دیر پڑا رہنے کے بعد یہ غیر شفاف اور بلوری ہو جاتا ہے۔ صرف شہد کی مکھیاں ہی شہد اور شہد کا چھتّا بنانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ شہد میں پائے جانے والی شکریں (Glucose) اور (Succrose) پر مشتمل ہوتی ہیں۔ یہ زندہ حیوانوں کے خون میں اور پھلوں اور سبزیوں میں پائی جاتی ہے۔ سکروز ایک چپکنے والا مادہ ہوتا ہے۔ شہد میں بہت کم مقدار میں ہوتا ہے' لیکن اس کی موجودگی شہد کو قابلِ ہضم بناتی ہے۔ شیخ الرئیس بو علی سینا کے مطابق شہد ایک قسم کی شبنم خفی ہے۔ جو پھولوں اور دوسرے نباتات پر گرتی ہے۔ اسے ایک خاص قسم کی نیش دار مکھی چوس کر اپنے اس چھتے میں کھانے کے واسطے جمع کرتی ہے۔

شہد کی مختلف الانواع

مختلف چیزوں سے حاصل ہونے والا شہد مختلف ہوتا ہے۔ اس میں شہد کی مکھی کو بھی دخل حاصل ہے۔ مکھی کے چوسنے کی وجہ سے اس میں گرمی' جلا اور نفخ زیادہ ہو جاتا ہے' جو شہد چھتے سے ٹپک کر نکلتا ہے وہ بہتر ہوتا ہے اور جو نچوڑنے سے حاصل ہوتا ہے' اس میں موم وغیرہ ملا رہنے سے اچھا نہیں ہوتا۔

1 سرخ رنگ کا شہد شفّاف 'گاڑھا' خوش مزہ اور نہایت میٹھا ہوتا ہے۔ اس میں موم قطعی نہیں ہوتا اور دو انگلیوں کے درمیان اُٹھانے سے تار بن جاتا ہے۔ یہ بطور دوا عام مستعمل ہے۔ 2 سفید رنگ کا شہد' یہ کھانے کے لیے بہتر سمجھا جاتا ہے۔

خالص شہد کی بہترین پہچان

1 اگر خالص شہد میں کوئی چیز رکھی جائے تو وہ خراب ہونے سے محفوظ رہتی ہے۔ ترمیوے بھی اگر شہد میں رکھ دیے جائیں تو چھ ماہ تک خراب نہیں ہوتے۔

2 نمک کی ڈلی شہد میں گھمائیں آپ جتنی دیر چاہیں نمک حل کر لیں' شہد میں نمک کا ذائقہ نہیں آئے گا۔

3 اَن بجھے چونے کی ایک چھوٹی سی ڈلی لے کر اسے تھوڑے سے شہد میں ڈبو دیں' اگر چونا ویسے ہی پڑا رہے تو شہد خالص ہے اور اگر اس میں سے چڑ چڑ کی آواز آئے یا دھواں نکلے تو خالص نہیں ہے۔

4 شہد کے خالص ہونے کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ ذیابطیس کے مریضوں کو خالص شہد استعمال کرائیں تو ان کی شوگر نہیں بڑھتی۔

شہد کے فوائد

1 دل و دماغ معدہ اور جگر کو طاقت بخشتا ہے۔
2 شہد مقوی اعضائے رئیسہ ہے۔
3 آنکھوں کی بینائی تیز کرنے کے لیے آنکھوں میں لگایا جاتا ہے۔
4 مصفّی خون ہے اور مولدِ خون بھی۔
5 دماغی اور جسمانی محنت سے بدن تھکن کا شکار ہو جاتا ہے' اس کے لیے ایک گلاس گرم پانی میں دو بڑے چمچے شہد ملا کر پئیں' جسم ہشاش بشاش ہو جائے گا۔

احادیث کی روشنی میں شہد کی اہمیت

1 حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ''جو شخص مہینے میں صبح تین دن شہد چاٹ لے' اس کو اس مہینے میں کوئی بڑی بیماری لاحق نہ ہو گی۔'' شہد کی افادیت کا علم آپ کو اس بات سے ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کے لیے شہد' دودھ اور شراب الصالحین کی نہریں بنائی ہیں۔

2 حضرت ابو سعید خدریؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''حضور ﷺ! میرے بھائی کو دست لگے ہوئے ہیں' کوئی علاج تجویز فرمائیے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے شہد پلاؤ۔'' وہ چلا گیا اگلے روز پھر آیا اور کہنے لگا: ''حضور ﷺ! میں نے اسے شہد پلایا' مگر افاقہ نہ ہوا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے پھر شہد پلاؤ۔'' تین چار دفعہ ایسا ہی ہوا آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا فرمان سچا ہے' تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔''

3 حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ شہد میں ہر جسمانی اور روحانی مرض کے لیے شفا ہے۔ اس لیے اے لوگوں! تم قرآن مجید اور شہد دونوں کو تھامے رکھو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ قرآن و حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے شہد سے ہر مرض کا علاج کرتے تھے۔

خالص شہد... دردوں کی دربند

نسخہ: عرق النسا کے دردوں کے لیے سُملو' سونٹھ' مرچ سیاہ اور چاکسو 5-5 تولہ کا سفوف بنا کر اس میں ایک کلو خالص شہد ملا کر صبح دوپہر شام دو دو چھوٹے چمچے کھلائیں' چند روز میں مرض رفع ہو جائے گا۔

خالص شہد کا استعمال... نہ بجیں کان، نہ ہو بھِن بھِن

نسخہ: بعض مریضوں کے کانوں کے اندر باجے سے بجتے محسوس ہوتے ہیں اور بھن بھن کی آواز آتی ہے' اس کے لیے 6 ماشہ شہد میں چار رتی قلمی شورہ حل کر کے تھوڑے سے گرم پانی میں ملا کر دو دو قطرے کانوں میں ٹپکائیں' انشاء اللہ فائدہ ہو گا۔

دل کے امراض کے بہترین نسخے

نسخہ: آب ادرک 20 تولہ' شہد 40 تولہ' لہسن 20 تولہ کوٹ کر ان سب کو ملا لیں اور آگ پر جوش دیں' ٹھنڈا ہونے پر محفوظ کر لیں۔ صبح دوپہر شام کھانے کے بعد ایک چمچ لیں۔ دل کی اگر تین شریان بھی بند ہوں تو اس کے استعمال سے کھل جاتی ہیں۔

نسخہ: ادرک کا پانی دس قطرے' لہسن کا پانی دس قطرے' سفید پیاز کا پانی دس قطرے' شہد آدھی چمچی ان سب کو ملا کر صبح و شام لیں' ایک ماہ کے لیے کافی ہے۔

شہد دردِ شقیقہ میں مفید ہے

یہ درد سَر کے نصف حصے میں ہوتا ہے۔ جوں جوں سورج طلوع ہوتا ہے' اس کی شدّت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد درد ختم ہو جاتا ہے۔ مریض کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سَر ہتھوڑے سے توڑا جا رہا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جس حصے میں درد ہو اس کے مخالف سمت کے نتھنے میں ایک بوند شہد ڈالیں فوراً افاقہ ہو گا۔

شہد بخشے بولنے کی قوت

نسخہ: فالج اور لقوہ کے لیے شہد خالص' ادرک کا پانی' پیاز کا پانی ایک ایک پاؤ لے کر بوتل میں ڈالیں۔ بوتل کا چوتھا حصہ خالی رہے' تین دن رکھنے کے بعد 6-6 ماشہ روزانہ استعمال کریں اور چار تولہ تک لے جائیں انشاء اللہ دونوں امراض سے نجات مل جائے گی۔

شہد گردے کے مریضوں کے لیے بہترین غذا

گردے کے ہر مرض میں خاص کر گردے کی سوجن Hydronephrosis میں ابلے ہوئے پانی میں شہد ملا کر اور قسط البحری شامل کر کے دن میں کئی بار پلائیں تو یہ مرض ٹھیک ہو جائے گا۔

شہد اوّلین و آخرین غذا ہے

شہد بچے کی پیدائش سے لے کر مرتے دم تک استعمال کرایا جاتا ہے۔ بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو گھٹی کے طور پر اسے شہد چٹایا جاتا ہے اور جب مریض قریب المرگ ہوتا ہے' تب بھی حکیم جاں بہ لب مریض کے لیے شہد ہی تجویز کرتا ہے۔ اس لحاظ سے شہد اولین غذا ہے اور آخری بھی۔ سکندرِ اعظم کے زمانے میں لوگ تو شہد کے علاوہ کسی میٹھی چیز کے ذائقے سے متعارف ہی نہ تھے۔

احتیاطیں

1 سبز و سیاہ اور ایک سال سے زائد پرانا اور تیز و تلخ اور ترش' بدبودار بہت رقیق اور بے حد خشک شہد بھی استعمال کے لیے ٹھیک نہیں۔

2 پرانا اور خراب شہد مضرِ صحت ہے اور جنون و سوداوی امراض پیدا کرتا ہے۔

3 شہد گرم مزاجوں کو موافق نہیں' اس لیے جب کسی گرم مزاج والے کو شہد استعمال کروائیں تو اس میں ٹھنڈی ادویہ کا اضافہ کر کے اس کی تعدیل کر لیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ''شہد ملا پانی استعمال کرنے سے فائدہ بڑھ جاتا ہے۔''

Your Friend In Real Estate

جُنید امِین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی۔ایچ۔اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جُنید امِین

BAHRIA TOWN

PAKISTAN DEFENCE OFFICERS HOUSING AUTHORITY

HOME FOR DEFENDERS

DHA CITY

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

قسط نمبر 5

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جنید حسن

اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ کا مرقد

مکے سے مدینے کا سفر 450 کلومیٹر سے کچھ کم پر مشتمل ہے۔ ابھی ہم نے چند کلومیٹر کا ہی سفر طے کیا تھا کہ مدثر نے بائیں ہاتھ ایک سفید رنگ کی چار دیواری کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اس چار دیواری میں امّ المومنین حضرت میمونہؓ دفن ہیں' گویا ہم مقامِ سرف سے گزر رہے تھے' جیسا کہ کتابوں میں آتا ہے کہ مقامِ سرف وہ علاقہ ہے' جہاں حضرت میمونہؓ کی ولادت ہوئی' اسی مقام پر آپؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقدِ نکاح کی سعادت ملی' یہیں آپؓ کا انتقال ہوا اور یہیں تدفین بھی ہوئی۔ میں نے سورۃٔ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر اُمت کی اس ماں کو ایصال کیا۔ خواہش تھی کہ آپؓ کے مرقد پر حاضر ہو کر سلام کہتا' مگر وہ مخالف سڑک کے پار تھا۔ اللہ سے دعا ہے کہ آیندہ یہ سعادت نصیب فرمادے اور پھر گاڑی اپنے معمول کی تیز رفتاری کے ساتھ وہاں سے گزر گئی۔

اُمّ محمد (ﷺ) حضرت بی بی آمنہ کی مرقد

ابھی ہم اس کٹ تک بھی نہ پہنچے تھے' جہاں سے مدّثر نے طریقِ ہجرت والی سڑک پر گاڑی ڈالنی تھی کہ اس نے ایک زبردست بات بتائی: ''جو راستہ حضرت بی بی آمنہ کی قبر کی طرف جاتا ہے' وہ اب کھول دیا گیا ہے۔ میرا ایک ڈرائیور دوست چند گھنٹے قبل وہاں سے ایک گروپ کو زیارت کراتا ہوا گزرا ہے۔ میں اس سے معلومات لے کر آپ کو یہ زیارت کرانے کی بھی کوشش کروں گا۔'' اندھا کیا چاہے دو آنکھیں' چناں چہ میں ایکسائٹڈ ہو گیا۔ مدّثر کی طبیعتوں میں خود بھی زیارتوں کا جذبہ تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ پانچ' چھ سال سے گاڑی چلا رہا ہے' مگر اس کو بھی کبھی حضرت بی بی آمنہ کی قبر پر آنے کا موقع نہیں ملا تھا' کیوں کہ اس کا راستہ بند رہتا تھا۔ یہی بات میں نے مولانا طارق جمیل صاحب کے بیان میں بھی سن رکھی تھی۔ مدّثر اپنے دوست کے ساتھ ہینڈ فری کے ذریعے مسلسل رابطے میں تھا۔ میں نے نوٹ کیا کہ دو ایک مرتبہ اس نے گاڑی غلط رُوٹ پر بھی ڈال دی تھی کہ وہ قبر ہمارے راستے سے ہٹ کر کسی سمت میں تھی' مگر وہ بالآخر ڈھونڈنے میں کام یاب ہو گیا اور ہم اس مقام پر جا نکلے جسے ''مقامِ ابواء'' کہا جاتا ہے۔

گاڑی اس نے سڑک کے دائیں طرف اُتار کر کھڑی کر دی۔ ہم نے بائیں جانب کچھ فاصلے پر پہاڑی نما ٹیلے پر پیازی رنگ کا ایک چھوٹا سا ستون نصب دیکھا' یہی ہمارے پیارے نبی ﷺ کی والدہ ماجدہ کا مرقد تھا۔ ہم اس جانب چل دیے... وہاں کے پتھر عجیب تھے... پتلے' ہلکے باریک اور کٹے کٹے سے۔ اوپر پہنچے تو میں نے ان کی قبر کو دیکھا' پھر اطراف کا جائزہ لیا' وہاں پہاڑیوں' ٹیلوں اور اونچی' نیچی پتھریلی زمین کے سوا کچھ نہیں تھا۔ مولانا طارق جمیل صاحب نے اپنے ایک بیان میں' جو منظر کشی کی تھی' وہ اس وقت میرے دماغ میں گھوم گئی۔ ایک بے آب و گیاہ صحرا میں جب' پہاڑیوں کے درمیان کوئی بستی' کوئی ذی روح نظر نہ آتا تھا اور جگہ مکہ سے کوسوں میل دور تھی۔ ایک 6 سال کا بچہ' جس کے والدِ محترم اس کی ولادت سے 6 ماہ قبل انتقال کر چکے تھے۔ اپنی کل کائنات اپنی ماں اور ان کی ایک خادمہ کے ہم راہ وہاں سے گزر رہا تھا کہ اس کی والدہ' طبیعت کی ناسازی کی بنا پر جان بہ لب ہوش' یہاں تک کہ عدم کو کوچ کر گئیں۔ اس نونہال پر کیسی قیامت ٹوٹ پڑی ہو گی ... کیسا تڑپا ہو گا... کیسا کیسا رویا ہو گا... ! اللہ کی کروڑوں رحمتیں ہوں' اس بیٹے پر جو تمام زمانوں کا سب سے عظیم انسان ثابت ہوا اور امام الانبیا کے منصب پر فائز ہوا۔

اللہ نے مجھے یہ ایسا شرف عطا فرمایا جس کا شکر مجھ پر واجب ہے۔ بعد میں ایک دن میرے دل میں آیا کہ میری والدہ سفر میں میرے ساتھ تھیں۔ شاید ان کی برکت سے میں رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی مرقد کی زیارت کر سکا' جو بہت کم لوگوں نے کی ہو گی۔ آگے جب میں رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوا تو میں نے دل ہی دل میں آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''اللہ بزرگ و برتر مجھے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے مرقد کی بھی زیارت کروالایا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ

بدر: اب آگے ہمیں کئی سو کلومیٹر سفر طے کرنا تھا' کیوں کہ مقامِ بدر مکہ سے تقریباً 300 کلومیٹر کے فاصلے پر اور مدینہ سے 120 کلومیٹر باہر ہے۔ ہم وہاں پہنچے تو عصر ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا۔ ہم ایک ڈھابے نُما پاکستانی ریسٹورینٹ پر لنچ کے لیے رک گیا۔ ہم نے 30 ریال کا چکن کا سالن اور 6 ریال کی دال فرائی منگوائی۔ سعودی عرب میں روٹی بِلا قیمت ملتی ہے' چناں چہ وہ ویسے ہی ساتھ چلی آئی۔ دال فرائی اس قدر ذائقہ دار تھی کہ مدّتوں یاد رہے گی۔ کھانے کے بعد ہم زیارتوں کے لیے سڑک پار چل دیے۔ (جاری ہے۔۔۔)

منزل کی تلاش

قسط نمبر 4

عاتکہ سلیم

شام کو محمد زینب کے کمرے کے سامنے کھڑا تھا‘اس نے دروازہ کھولتے ہی کہا: ”میری پیاری اپیا! تم نے مجھے بچایا‘ تمہارا بہت شکریہ۔ اگر تم جھوٹ نہ بولتی تو میں پکا پِٹنے والا تھا اور تمہارا گفٹ یہ رہا...!“ محمد نے بڑا سا گفٹ پیک آگے کیا‘ مگر وہ کمرے میں ہوتی تو جواب دیتی نا...! ”ارے ‘اپیا! کہاں چلی گئی۔ یہیں آتے ہوئے تو دیکھا تھا میں نے۔“اس نے خود کلامی کی ‘وہ بڑا تھا مگر پیار سے زینب کو اپیا کہتا تھا۔ محمد کو دیکھ کر باقی دونوں چھوٹے بھائی بھی اسے اپیا کہتے تھے۔

”بھیّا!“زور سے حامد نے آواز لگائی۔ ”ارے! تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ چیخ کیوں رہے ہو؟“محمد نے گفٹ سنبھالتے ہوئے کہا۔ ”میں جیت گیا...اِدھر دیکھیے!“ کہہ کر وہ ہٹا تو اس کے پیچھے زینب کھڑی تھی‘جس کے ہاتھوں میں پہلے سے ہی گفٹ پیکٹس تھے۔ ”میں نے آپ سے پہلے زینی اپیا کو گفٹ دے دیا ہے۔“

زینب کا رِزلٹ بہت اچھا آیا تھا۔اے پلس گریڈ سے پاس ہوئی تھی‘اسی خوشی میں بھائیوں نے اسے گفٹس دیے تھے۔زینب اپنے کمرے میں آئی تو اسے بہت عجیب محسوس ہو رہا تھا۔ ”ثنا آپی کے ساتھ کتنا مزہ آتا تھا گفٹس کھولتے ہوئے‘ کتنی چھینا جھپٹی ہوتی تھی ہم میں۔“وہ ماضی کو یاد کر کے زور سے ہنس دی۔ وہ غالباً عصر کا وقت تھا‘ وہ کمرے میں اس طرح ہنسی جیسے کوئی اس کے ساتھ ہو اور وہ باتیں کر رہی ہو اس سے۔ سامنے سے محمد نے گزرتے ہوئے کمرے میں جھانکا تو کرسی پر بیٹھی وہ کسی گہری سوچ گم تھی۔ کل کے گفٹس دیے ہوئے آج بھی اسی طرح ٹیبل پر پڑے ہوئے تھے۔

”کیا اپیا نے ہمارے گفٹس قبول نہیں کیے؟“محمد نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا ‘وہ جو محمد کی آواز سن کر خیالوں کی دنیا سے باہر آئی تھی‘بولی: ”نہیں بھیّا! ایسی بات نہیں ہے۔ بس! اکیلا پن عجیب لگ رہا ہے۔آپی بھی چلی گئی ہے نا!“

”ارے! تو ہم ہیں نا۔ چلو تم میرا والا گفٹ کھولو۔ باقی سب مل کر کھولتے ہیں۔“زینب‘ ہاں میں سر ہلاتی ہوئی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی اور گفٹ کھولنے لگی۔

شکیل صاحب لان میں بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے کہ چوکیدار آیا اور بولا: ”صاحب جی! باہر گاڑی آیا ہے‘اس میں ایک لڑکی اور عورت ہے‘کہتا ہے کہ چھوٹی بی بی سے ملنا ہے۔ کیا میں گاڑی اندر کھڑا کراوے؟“اس نے سوالیہ نظروں سے شکیل صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ شکیل صاحب ‘چوکیدار کے ساتھ دروازے تک گئے تو وہاں پریا کھڑی تھی‘ وہ جانتے تو نہیں تھے ‘البتہ ایک دفعہ وہ جب زینب کو لینے اسکول گئے تو زینب کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔

”السلام علیکم ‘انکل!“اس نے ادب سے کہا۔ ”وعلیکم السلام ‘بیٹا! خیریت تو ہے؟ آپ باہر کیوں کھڑی ہو؟ اندر آجاؤ۔“انھوں نے شفقت سے کہا۔

”انکل! گاڑی میں ماما بھی ہیں‘ وہ چل پھِر نہیں سکتیں‘ان کی طبیعت خراب ہو رہی تھی‘میں انھیں ہسپتال لے کر جا رہی تھی‘مگر وہ نہیں مانیں‘کہتی ہیں کہ مجھے زینب سے ملنا ہے‘اسی لیے میں انھیں یہاں لے آئی۔ پلیز...کیا میں گاڑی اندر لا سکتی ہوں؟“پریا نے ایک ہی سانس میں ساری بات بتادی۔

شکیل صاحب نے انھیں گاڑی اندر لانے کو کہا اور خود بھی اندر چلے آئے‘انھوں نے آکر آمنہ بیگم کو بلایا اور حامد سے کہا کہ وہ اسٹور سے وہیل چیئر لے کر آئے۔ حامد اسٹور سے وہیل چیئر لے آیا۔آمنہ بیگم آئیں تو دیکھا کہ پریا ایک عورت کو گاڑی سے باہر نکال رہی تھی‘آمنہ بیگم نے آگے بڑھ کر اس کی مدد کی اور انھیں وہیل چیئر پر بٹھا دیا اور لان میں لے آئے۔ پریا حیران تھی کہ جب وہ کہیں آتی جاتی تھی تو کیسے لڑکے بری طرح اسے گھورتے رہتے تھے‘مگر یہ لوگ تو دیکھ بھی نہیں رہے تھے‘اس کے دل میں زینب اور اس کے گھر والوں کی قدر بڑھ گئی۔

شکیل صاحب نے حامد سے زینب کو بلانے کا کہا‘ وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا اوپر چلا گیا۔ محمد اور زینب بیٹھے باتیں کر رہے تھے‘جب حامد وہاں پہنچا اور بولا: ”اپیا! آپ کو بابا لان میں بلا رہے ہیں۔“وہ دونوں حیرانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور دونوں نیچے آئے۔ جب محمد نے لان میں ایک لڑکی اور عورت کو دیکھا تو واپس اندر کی طرف چلا گیا۔ زینب نے جب پریا کو دیکھا تو بہت خوش ہوئی اور دونوں گلے ملے‘ پھر اس نے پریا کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پریا نے وہ سب جو اس نے شکیل صاحب کو بتایا تھا‘زینب کو بتا دیا۔ زینب نے پریا کی ماما کی طرف دیکھا‘جو بالکل بوڑھی اور برسوں کی بیمار لگ رہی تھیں‘مگر ان کی ساڑھی اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ جوانی میں شاید وہ پریا سے زیادہ خوب صورت تھیں۔ ”زینب بیٹا!“وہ بولیں۔

(جاری ہے)

ٹیلنٹ اینڈ تھرلز

بنتِ اسماعیل

بیت السلام یوتھ کلب کے زیرِ سرپرستی پچھلے دنوں Talent & Thrills کے عنوان سے بچیوں کے لیے مختلف مقابلے منعقد کیے گئے، جس میں 21 سے 91 سال کی بچیوں نے بھرپور حصہ لیا۔ مقابلوں کی اختتامی تقریب انٹلیکٹ اسکول کے آڈیٹوریم میں 61 فروری کو منعقد ہوئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”جو اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ اُس کی مدد کرتا ہے۔“

آڈیٹوریم کے اسٹیج پر موجود معلّمات نے جب یہ آیتِ مبارکہ پڑھی تو ہر ایک آنے والے کے ایمان میں اضافہ ہوگیا۔ واقعی بیت السلام کے سرپرستِ اعلیٰ مولانا عبدالستار صاحب دامت برکاتہم کو اللہ کی مدد ہی حاصل ہے کہ کئی سال پہلے 2 کمروں اور چند طالب علموں کی موجودگی میں دینی تعلیم وتدریس کا جو سلسلہ شروع کیا، وہ آج بیت السلام کی صورت میں دنیا کے کونے کونے تک اسلام کی روشنی پھیلا رہا ہے۔

ماضی کی طالبات آج بطور معلّمات بن کر نہ صرف دین کی ترقی وترویج میں مثالی کردار ادا کیے ہوئے ہیں، بلکہ اچھی مائیں بن کر نسلِ نو کی تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق کرنے کی بھرپور کوشش بھی کررہی ہیں۔ بیت السلام کے زیرِ اہتمام انٹلیکٹ اسکول کے آڈیٹوریم ہال میں تقسیم انعامات کی پُروقار تقریب 61 جنوری 9102ء کو منعقد ہوئی، تقریب میں 3 شعبوں یوتھ کلب، ای بیت السلام اور مرکز فہم دین کی طالبات کو انعامات سے نوازا گیا۔

تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا جس کے بعد نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کی گئی۔ میزبانی کے فرائض ادارے کی ہی ایک طالبہ نے انجام دیے جنھوں نے نہایت پُرجوش انداز میں تقریب کی مہمانِ خصوصی، بیت السلام کی معلّمات اور دیگر مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ تقریب کے انعامات سینئر اور معززترین معلّمات جن میں اہلیہ نوید، بنت عرفان اور اُم حمزہ شامل ہیں نے دیے، طالبات کی عمدہ کارکردگی پر شرکا نے خوب داد دی، آڈیٹوریم کا ہال ماشاءاللہ کے کلمات سے سارا وقت منوّر رہا، کامیاب طالبات میں جہاں خوشیوں کے رنگ چارسُو بکھرے ہوئے تھے، وہیں ہر طالبہ کی والدہ کے چہرے پر بھی خوشی دیدنی تھی۔

مجموعی طور پر یوتھ کلب کے 4 مقابلوں پینٹنگ، تخلیقی مضمون نویسی، ڈیکلیمیشن اور سکربل میں تقریباً 06 طالبات نے کام یابی حاصل کی۔

ای بیت السلام کے آن لائن سیرت کوئز سمیت تجوید اور عربی کورس میں 55 طالبات کو اسناد اور انعامات سے نوازا گیا اور اسی طرح مرکز فہمِ دین کے مختلف کورسز میں 54 خواتین کام یاب قرار پائیں۔ کام یاب طالبات کے چہروں پر مسرّت اس بات کی تصدیق کے لیے کافی تھی کہ بیت السلام اپنے آپ میں ایک منفرد مقام کا حامل ادارہ ہے، جس نے دینی تعلیم وتدریس کے مختلف حلقوں میں انقلاب برپا کردیا ہے اور مدرسہ کے علاوہ گھر بیٹھے ای بیت السلام کے نتیجے میں امّتِ محمدیہ کی مقدّس ماؤں، بہنوں کو دینی تعلیم سے روشناس کرنے میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ دورانِ تقریب بیت السلام کی معزّز معلّمات نے تقریب کے شاندار انعقاد کو سراہتے ہوئے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا، اپنے پیغامات میں اُنھوں نے امّتِ محمدیہ ﷺ کی اصل ذمّہ داری امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جانب توجہ دلائی۔ بعد ازاں مرکز فہمِ دین اور یوتھ کلب کی چند طالبات نے ادارے سے وابستگی کے چند خوب صورت تجربات شیئر کیے۔ اُن تجربات کا ہی اثر تھا کہ بہت سی خواتین نے اُسی لمحے ادارے سے باقاعدہ طور پر وابستگی کا مصمّم ارادہ کرلیا۔ تقریب کا اختتام ملکی سلامتی وترقی اور امّتِ محمدیہ کی خیر وبھلائی کی دعاؤں کیساتھ ہوا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تقریب میں نظم وضبط، پردے کا خصوصی انتظام قابلِ تحسین تھا، تقریب کے رضاکاروں کے خوب صورت اخلاق بیت السلام کی تربیت کی عکّاسی کررہے تھے، میری دعا ہے اللہ پاک بیت السلام ادارے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین!

خط نمبر 48

محمد دانش

باپ کا بیٹی کے نام خط

آدابِ گفتگو

میری سعادت مند بیٹی۔ہزار ہا دعائیں !

بیٹی ! آدابِ معاشرت میں بات چیت کرنے کا انداز بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کوئی شخص چاہے کتنا ہی خوش شکل اور خوش لباس کیوں نہ ہو‘ اس کی شخصیت کا اثر اس وقت قائم ہوتا ہے‘ جب وہ گفتگو کرنا شروع کرتا ہے۔آپ کا اخلاق‘ آپ کی ذہانت‘ خلوص‘ شائستگی اور دوسروں میں آپ کی دل چسپی آپ کے اندازِ گفتگو ہی سے ظاہر ہوتی ہے اور اسی طرح بات چیت کے ذریعے ہی انسان کے خاندانی پس منظر‘ بدمزاجی‘ خودپرستی اور بُرے اخلاق کا اندازہ ہوتا ہے۔اس لیے بیٹی آپ کا اندازِ گفتگو نہایت متوازن اور موقع و محل کی مناسبت سے ہونا چاہیے اور وہ جو کہاوت ہے کہ ”پہلے تولو‘ پھر بولو“ اس میں بڑی حکمت ہے‘ کوشش کیجیے کہ کبھی ایسی بات منہ سے نہ نکالیں‘ جس کے لیے بعد میں پشیمانی یا شرمندگی ہو۔آدابِ گفتگو میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیے :

- بات واضح‘ صاف اور ایسے لہجے میں کیا کریں کہ سننے والوں کو سمجھنے میں دقّت پیش نہ آئے‘ آواز نہ بہت اونچی ہو اور نہ ہی سرگوشی میں ہو‘ بلکہ بہت مناسب ہو۔
- محفل میں کانوں میں یا کسی ایسی زبان میں بات کرنا جو ہر کوئی نہ سمجھ سکے‘ آدابِ محفل کے خلاف ہے‘ اس سے گریز کریں۔
- نامحرم سے بہت نرم لہجے میں بات کرنا مناسب نہیں‘ ہمارے دین کی تعلیمات میں بھی اس کی ممانعت ہے‘ لہٰذا اس سے اجتناب کرکے بہت سے مسائل سے بچا جاسکتا ہے۔
- گفتگو کرتے وقت خیال رہے کہ اپنے بارے میں زیادہ بات نہ کریں‘ یعنی بہت زیادہ ”میں“ نہ ہو اور نہ ہی بار بار اپنی مثال دیں‘ ایسا کرنے والے عموماً خودپرستی کا شکار ہونے کی وجہ سے غیر مقبول ہوتے ہیں‘ کوشش کریں کہ دوسروں میں دل چسپی لیتے ہوئے انھی کے بارے میں زیادہ بات چیت کریں۔
- گفتگو کے دوران ہر کسی کا احترام ملحوظِ خاطر رکھیں‘ کسی کو نیچا دکھانے یا عیب جوئی کرنے سے گریز کریں‘ اگر کوئی گلا شکوہ بھی کرنا ہو تو اکیلے میں کریں‘ سب کے سامنے نہیں۔
- گفتگو کے دوران خیال رہے کہ اگر ایک شخص بات کر رہا ہو تو جب تک وہ اپنی بات مکمل نہ کرلے‘ آپ درمیان میں نہ بول پڑیں‘ تاہم اگر کہیں وضاحت کرنے کے لیے درمیان میں بولنا ضروری ہو تو قطع کلامی کی ”معافی“ کہہ کر بات کیجیے۔
- گفتگو کے دوران کسی کی نجی زندگی کے متعلق سوال کرنے سے گریز کریں‘ دوسروں کے ذاتی معاملات میں بے جا مداخلت کرنا یا بغیر مانگے مشورے دینا مناسب نہیں لگتا‘ ہاں ! اگر کوئی صلاح مشورہ کرے تو ایسا مشورہ دیں جو آپ اپنے لیے بہتر سمجھتی ہیں۔
- گفتگو کے دوران اپنی علمی قابلیت کو بہت زیادہ جتلانا بھی درست نہیں‘ بس موقع کی مناسبت سے خوش گوار انداز میں زیرِ بحث موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔
- آدابِ گفتگو میں دوسروں کی بات تحمّل اور خاموشی سے سننا بھی بہت ضروری ہے۔دوسروں کے موقف کا احترام کریں اور اپنا موقف دوسروں پر زبردستی ٹھونسنے کی کوشش نہ کریں‘ ہاں ! دلائل سے ضرور قائل کریں۔
- محفل میں کچھ خواتین ایسی بھی ہوتی ہیں‘ جو بہت اونچی آواز میں باتیں کرتیں اور قہقہے لگاتیں ہیں‘ شاید اس کی وجہ اپنی جانب توجّہ مبذول کرانا ہو‘ تاہم یہ انداز ہماری مشرقی اقدار اور نسوانی وقار سے مطابقت نہیں رکھتا‘ لہٰذا اس سے اجتناب کریں اور کچھ عورتیں محفل میں خاموش رہتی ہیں‘ جب پوچھا جائے تو جواب دے دیتی ہیں‘ اس سے مغرور ہونے کا تاثر ملتا ہے۔
- اپنی گفتگو میں ”ازراہِ مہربانی“ اور ”جزاک اللہ“ کے الفاظ کو بوقتِ ضرورت استعمال کرتی رہا کریں‘ اس میں کوئی تخصیص نہ ہو‘ اپنی ملازمہ کو بھی شکریہ کہنا اچھی بات ہے۔
- سلام میں پہل کرنا ہماری اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے اور اس کی پابندی لازمی ہے‘ بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ کہا جائے‘ اسی طرح سلام کا جواب بھی برملا دیا کریں۔
- آدابِ گفتگو کا لحاظ رکھ کر مجھے امید ہے کہ ہماری بیٹی شیریں سخن‘ قابلِ مثال اور ہر دل عزیز کہلائیں گی۔ انشاءاللہ !

دعا گو
آپ کے ابو

PERVAIZ UMAR
ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents
Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

امجد کی بات سوچ سوچ کر حمّاد چکرا کر رہ گیا' وہ جتنا بھی اس بات کو دل و دماغ سے نکالنے کا سوچتا' مگر بات تھی کہ نکل ہی نہیں رہی تھی۔ حمّاد متوسط گھرانے کا فرد تھا۔ تعلیم میں ہمیشہ زبردست' ہر کلاس میں اوّل ہی آتا تھا۔ اس کے والدین نے اس کی اچھی تعلیم کے ساتھ ساتھ اچھی تربیت بھی کی تھی۔ دین میں بھی پورا کا پورا داخل تھا۔

نویں جماعت کے امتحان قریب تھے' مگر اچانک حمّاد کی والدہ بیمار ہو گئیں۔ رات 1 بجے ہسپتال لے گئے' پھر 3 دن حمّاد کی والدہ ایڈمٹ رہیں' جس کے باعث حمّاد 3 دن اسکول نہیں جا سکا۔ چوتھے دن جب اسکول گیا تو پتا لگا کہ اسکول کے امتحان میں صرف ایک ماہ باقی تھا اور آخری ماہ میں بورڈ کے امتحانوں کی تیاری ہوتی تھی۔ حمّاد نے سوچا کہ 3 دن کی تیاری جو وہ نہ کر سکا' وہ امجد کے گھر جا کر ہی سکے گا' کیوں کہ امجد بھی پوزیشن ہولڈر اور ذہین تھا۔ کئی بار حمّاد کو اپنے گھر آنے کی دعوت دے چکا تھا۔

حمّاد' والدہ کو دوائی وغیرہ کھلا کر ان سے اجازت لے کر امجد کے گھر جانے لگا۔ امجد کے گھر کی گلی حمّاد کو معلوم تھی' لیکن گھر کا پتا معلوم نہیں تھا۔ امجد نے ایک گزرتے ہوئے آدمی سے حمّاد کے گھر کا پتا لگا لیا۔ حمّاد نے گھنٹی بجائی تو امجد کے چھوٹے بھائی ناصر نے دروازہ کھولا۔ حمّاد نے ناصر کو بتایا کہ وہ امجد کے ساتھ امتحان کی تیاری کرنے اس کے گھر آیا ہے' جس پر ناصر نے بتایا کہ امجد مطالعہ روم میں ہے اور حمّاد کو اپنے ساتھ امجد کے پاس لے کر جانے لگا تو حمّاد نے کہا: ''گھر والوں کو تو بتا دیں' تاکہ وہ پردہ کر لیں۔''

''کوئی بات نہیں' آپ چلیں اندر۔'' ناصر نے کہا۔ حمّاد جیسے ہی مطالعہ روم کے اندر پہنچا تو کمرہ دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ امجد کے مطالعہ ٔ روم میں مرزا قادیانی سے لے کر آج تک کے تمام اماموں کی تصویریں لگی ہوئی تھی۔ حماد کو کوئی بات سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کہے...!!

''آپ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے؟'' حمّاد نے پوچھا۔

''نہیں یار! بات ایسی نہیں ہے... لوگوں نے خواہ مخواہ ہمارے عقیدے کو غلط پھیلا دیا ہے۔ اصل بات سمجھتے نہیں۔'' امجد نے ڈھٹائی سے کہا۔ ''آپ ہماری کتابیں لے جاؤ... پڑھو... کوئی بات سمجھ نہ آئے تو میرے گھر والے سمجھا دیں گے۔'' یہ سن کر حمّاد کو بہت غصہ آیا کہ امجد اتنی ڈھٹائی سے کیا کیا کہہ رہا ہے۔ حمّاد غصے میں واپس جانے لگا تو امجد نے پیچھے سے کہا۔

''چلو! استخارے کو تو تم لوگ بھی مانتے ہو۔ تم استخارہ کرنا' پھر جو عقیدہ تمہیں صحیح لگے' وہ اختیار کرنا۔'' حمّاد وہاں سے واپس تو آگیا' مگر اسے آج پتا لگا کہ وہ قایانی ہے۔ وہ امجد کی جتنی باتیں دماغ سے نکالنا چاہتا' اتنا اس کے اندر ہی گھوم رہی تھی۔ اتنے میں عصر کی اذانیں آنے لگیں۔ اتفاق سے آج پیر کا دن تھا۔ پیر کی شام عصر کی نماز کے بعد مفتی صاحب تھوڑی دیر بیان کرتے تھے' اگر کوئی مسئلہ پوچھتا تو اس کا جواب دیتے تھے۔ حمّاد نے بھی ایک پرچی لکھی اور مفتی صاحب کے ساتھ آنے والے کو دے دی۔ نماز کے بعد بیان بہت مختصر ہوا' پھر مفتی صاحب نے کہا۔

''میں ایک مسئلہ بتاتا ہوں۔ کسی اچھے بچے نے پوچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے خوش قسمت بنایا ہے' ورنہ لوگ علما سے پوچھتے نہیں اور یوں غلط راہوں کے مسافر بن جاتے ہیں۔ اللہ پاک کا شکر ادا کرو میرے بچے کہ اللہ پاک کی آپ پر بہت نوازش ہوئی ہے' جس کی وجہ سے آج ہم سے یہ بات اور لوگ بھی سنے گے۔

بیٹا اور بزرگو! اسلام کے بنیادی عقائد پر مکمل یقین ہی کا دوسرا نام ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے' حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے اور قرآنِ پاک اللہ تعالیٰ کی کتاب ہونے پر ہمارا ایمان پُختہ ہونا چاہیے۔ جب ہم اس بنیادی عقیدے کے بارے میں استخارے کی نیت کرتے ہیں تو گویا ہمارا یقین شک میں تبدیل ہو جاتا ہے' اس طرح دل سے ایمان خارج ہو جاتا ہے اور شیطان غالب آجاتا ہے' جو انسان کو گم راہ کرتا ہے۔ ان لوگوں کا یہ ایک ایسا حربہ ہے' جس سے یہ لوگ سادہ لوح' بلکہ پڑھے لکھے افراد کو بھی گم راہ کر دیتے ہیں۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جس نے اس نبوت کی نشانی طلب کی' وہ کافر ہو جائے گا...!!''

کیوں کہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیّین ہیں' ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ایسے گم راہ لوگوں سے تعلق بالکل ختم کر دیا جائے۔ ہاں! اگر اسکول کی حد تک اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر آپ کسی گم راہ کو اس کی گم راہی سے نکال کر' جہنم کی آگ سے بچا لیتے ہو تو اس سے بڑی کوئی نیکی نہیں ہے۔ انبیائے کرام کا یہی کام تھا۔'' حمّاد نے مفتی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کا بھی' جس نے اسے گمراہ ہونے سے بچا لیا۔

آستین کے سانپ

بنت عبدالرحمان

صبح نو کی دستک

بنتِ اسماعیل

"کرن ! کرن ! گھر کے سارے لوگ آمنہ کی شادی میں شرکت کے لیے تیار ہو رہے ہیں اور ایک تم ہو کہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی کہیں نہ جانے کا اعلان کر کے یہاں چلی آئی ہو۔" صاحبہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنے یہاں آنے کا مدّعا بیان کیا تھا۔ کرن جو کہ کتابوں کو میز پر ترتیب سے رکھنے میں مصروف تھی، جھنجھلاہٹ بھرے انداز میں صوفے پر آ بیٹھی : "میں نے کہا تو ہے کہ میں نہیں جا رہی، تم پھر یہاں چلی آئیں مجھے کہنے، میں شادی بیاہ کی ایسی تقریبات میں نہیں جاتی جہاں رسموں کے نام پر بے حیائی عام ہو، "ہم آزاد ہیں" کا نعرہ لگا کر اسلامی اقدار کا مذاق اُڑایا جائے، جہاں عورتیں حیا کی چادر اُتار کر رکھ دیں اور۔۔۔" کرن کی بات ابھی ادھوری ہی تھی کہ صاحبہ نے چھوٹی بہن کی بات کاٹتے ہوئے بیچ میں بولنا فرضِ عین سمجھا : "اوہو پلیز ! کبھی تو وسعتِ نظری سے کام لیا کرو، ہر وقت پرانے زمانے کی باتیں اور پھر شادی خاندان میں ہی تو ہے، سب اپنے رشتے دار ہوں گے، پھر بھلا کسی سے کیا پردہ؟ کبھی کبھی تمہاری باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں، خیر ! تم جاؤ یا نہ جاؤ، ہم تو جا رہے ہیں۔" غصے سے پیر پٹختی صاحبہ کمرے سے باہر چلی گئی۔

یہ کوئی پہلی بار نہیں ہوا تھا کہ جب کرن کو مختلف انداز میں سوچنے پر گھر والوں کی جانب سے شدید تنقید کا نشانہ نہ بنایا گیا ہو، لیکن کرن بھی سب کی ناراضی مول لے کر اپنے موقّف پر قائم رہتی اور سوچتی کہ "کیا ہم واقعی سچے مسلمان ہیں؟ جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی زندگی ہمارے پیارے نبی پاک ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے گزری یا پھر ہم صرف نام کے ہی مسلمان بن کر رہ گئے ہیں؟ کبھی نماز پڑھی تو کبھی چھوڑ دی، زندگی کے تمام پہلوؤں سے نبی پاک ﷺ کے طریقوں کو نکال دیا، اگر ہم عاشقِ رسول ﷺ ہونے کے دعوے میں سچے ہیں تو مال و دولت کی فراوانی کے بعد برکت کہاں چلی گئی؟ آسائشاتِ زندگی میسر آنے کے بعد بھی بے چینی کی فضا کیوں قائم ہے؟ انجانے خوف نے دل میں ڈیرے کیوں ڈال رکھے ہیں؟" ضمیر کی عدالت میں اُٹھنے والے تمام سوالوں کے جواب وہ جانتی تھی، مگر آزاد خیال سوچ (لبرل ازم) پر مبنی گھر کے ماحول کو بدلنے میں وہ کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی۔

کرن کا مزاج اپنے دیگر بہن بھائیوں سے قدرے مختلف تھا، مزاج میں مزید اختلاف اُس وقت آیا جب کرن کی دوستی کالج کے زمانہ میں ایک معلّمہ سے ہوئی، جس نے کرن کی سوچ پر گہرا اثر چھوڑا، دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق بھی پیدا ہوا، لیکن گھر کے بڑوں نے یونی ورسٹی میں داخلہ لینے کا فیصلہ سنا دیا، یوں کرن تعلیم مکمل کر کے بطور رائٹر نجی چینل سے وابستہ ہو گئی۔۔۔ لیکن گردشِ ایام نے کرن کی سوچ پر گرد جمنے نہ دی، بلکہ میڈیا انڈسٹری میں جانے کے بعد اُس کو یہ احساس ہوا کہ اگرچہ یہاں کی دنیا روشنیوں سے بھرپور ہے، مگر یہاں کے مکیں سکونِ قلب جیسی نعمت سے محروم ہیں۔ کرن جب گھر والوں سے نوکری چھوڑنے کی بات کرتی یا فیلڈ تبدیل کرنے کا ارادہ ظاہر کرتی تو سب کی توپوں کا رُخ کرن کی جانب مڑ جاتا، کوئی کہتا۔۔ "کمال بات کرتی ہو ! اب اتنا پڑھا ہے اور نوکری نہ کرو تو کیا فائدہ ایسی پڑھائی کا؟؟" اب بھلا وہ کسی کو کیا سمجھاتی کہ تعلیم کا مقصد صرف چند ٹکے کمانا نہیں ہوتا۔

تاہم لبرل ازم سوچ کا اپنے گھر سے خاتمہ کرن کی اوّلین ترجیح بن چکا تھا، جس کے لیے معلّمہ کے مشورے سے ایک ترکیب پر عمل کیا اور وہ کارگر بھی ثابت ہوئی۔ معروف مبلّغِ اسلام کے بیان کی کیسٹ جو کہ پہلے وہ خود سُنتی تھی، اب گھر میں اونچی آواز میں لگا دیتی، دو سال کے عرصے میں کانوں میں مسلسل پڑتی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات کا یہ اثر ہوا کہ گھر کے ہر فرد کی زندگی میں نمایاں تبدیلی دیکھنے میں آئی، صبح و شام کی بدلتی رُتوں نے گھر کے موسم میں نیکی کی فضا قائم کر دی، معاملات کا دین جو ہر کسی کو بھول چکا تھا، اب سب کو یاد آنے لگا، غزل نائٹ کی جانب اٹھنے والے قدم اب مسجد کی جانب بڑھنے لگے تھے، کرن اس خوش گوار تبدیلی کو دیکھ کر کلمہ شکر ادا کرتی اور کبھی خود ہی خود میں ہنس دیتی کہ یہ ترکیب پہلے کیوں نہ سوجھی ؟ ؟

نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد کرن نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے ہی تھے کہ صاحبہ کے چند جملے سماعتوں سے ٹکرائے : "میرے لیے بھی دعا کرنا، اللہ پاک مجھے بھی شرعی پردہ کرنے پر استقامت دے !" جس پر کرن کے خوشی میں آنکھوں سے آنسو چھلک کر دعا کے لیے اُٹھائے ہاتھ میں آ گرے، آمین کہتی ہوئی کرن سجدے میں چلی گئی، یقیناً وہ اپنی دعاؤں کی قبولیت پر اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی کہ اس دوران کھڑکی سے اندر آتی صبحِ نو نے گھر میں دستک دی تھی۔

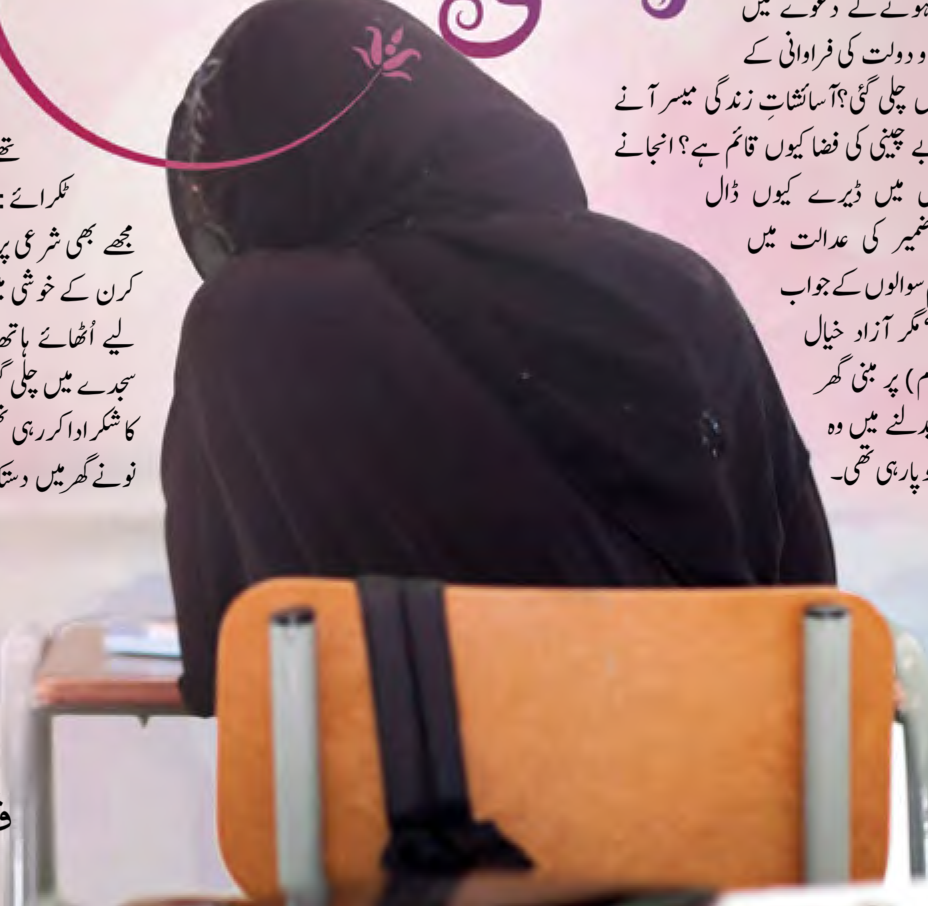

تاخیر

امۃ اللہ

کچھ خواب ادھورے رہتے ہیں تو کچھ تعبیریں بکھر جاتی ہیں۔ ہم طے کرتے ہیں راستے، منزل کو پانے کے واسطے اور منزلیں دور کھڑی رہ جاتی ہیں۔ کسی ایک خواہش کو پانے کے لیے جی جان لگادیتے ہیں، جبکہ کئی اُمنگیں تڑپتی رہ جاتی ہیں۔ پہنچتے لگتے ہیں کام یابیوں کی سرحدوں پر، پھر اچانک ہاتھوں سے فتوحات پھسل جاتی ہیں... کیا ہم نے کبھی سوچا کہ بنتے ہوئے کاموں کا بگڑنا کس وجہ سے ہے؟ چلتے قدموں کا ڈگمگانا کس وجہ سے ہے؟ بولتے لفظوں کا لڑکھڑانا کس وجہ سے ہے اور تنہائیوں میں خاموشی کی فضا کس بنا پہ ہے؟

دراصل! ان سب بَنتے ہوئے کاموں کا ادھورا رہنا اور پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ پانا، کبھی اپنوں کی دل آزاری کے سبب بھی ہوتا ہے، کبھی اپنوں کے نہ نظر آنے والے آنسو بھی رُکاوٹ بنتے ہیں تو کبھی خاموش دل کی ٹوٹی ہوئی کرچیاں فلاح کی سرحدوں سے روک دیتی ہیں۔ ذرا سوچیں...!!

کیا ہم نے اپنوں کو کبھی اپنا سمجھا؟ ان سے انھیں سمجھنے کی کوشش کی؟

کبھی جانا کہ یہ کیا چاہتے ہیں؟ کبھی اپنے خیالوں میں ان کو جگہ دی؟

کبھی ان کا خیال گزرا...؟ کوئی گھر پر میرے انتظار میں ہوگا... بابا دروازہ تک رہے ہوں گے... ماں کی بے چینیاں میری متلاشی ہوں گی... بہن صحن میں چکر کاٹ رہی ہوگی... بیوی میرے انتظار میں جاگ رہی ہوگی... بچے تھک کر سوچکے ہوں گے... دہلیز میری منتظر ہوگی! اگر آپ محسوس کریں تو کچھ لمحے اظہارِ محبت کے لیے مختص ہوتے ہیں... کبھی والدین کا ہاتھ پکڑ کر چوما... کبھی اہل خانہ سے اظہارِ اُلفت کی ہمّت کی... کبھی بھائی نے بہن سے دل کی کوئی بات شیئر کی...!!

ہم نے اپنوں کو اپنا بنانے میں تاخیر کی! غیروں سے بے تکلّف گفتگو کی! گھر میں موبائل سے دوستی کی! پاس بیٹھنے والے ہماری فراغت کے منتظر رہے اور ہم نے ان سے فقط کام ہی کی بات کی! ذرا سمجھیں...!! ہمارا اپنوں کو اس طرح نظرانداز کرنا محبّتوں کا خون ہے اور رشتوں کی سرِعام سولی ہے، باوجود اس رویّے کے ہمارے اپنے ہمیں اس قدر چاہتے ہیں کہ اپنے درد کا احساس تک ہونے نہیں دیتے اور ہمارے تمام اُمور پہلے ہی کی طرح انجام دیتے ہیں۔

شکستہ دل کے باوجود کیا کبھی انھوں نے ہمیں وقت پر کھانا دینے میں تاخیر کی؟ کیا کبھی دیر سے اٹھے، ہمارے کپڑے، ہمارا ناشتہ ہماری زمین داری کو نبھانے میں تاخیر کی؟ ہمیں وقت پر راحت دی، ہماری خواہشوں کو پورا کرنے میں تاخیر کی؟ پھر...!! ہماری طرف سے اظہارِ محبت میں تاخیر کس وجہ سے ہے؟ ہمارے اپنے نا صرف ہماری زمین داری کو پورا کرتے ہیں، بلکہ ہماری روز مرّہ کی دی ہوئی بے توجّہی پر صبر بھی کرتے ہیں اور اپنا بدلہ اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں، مگر یاد رکھیں!! اللہ اپنے بندوں کا بدلہ ہرگز نہیں چھوڑتے اور انتقام ضرور لیتے ہیں۔ چاہے بندہ معاف کردے، پھر انتقام بصورتِ ناکامی ہو یا بصورتِ لغویات کی مصروفیت...!! اگر ہم اپنوں کو کچھ نہیں دے سکتے تو کیا اظہارِ محبت بھی نہیں کر سکتے؟ کیا نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل کے ساتھ وقت نہیں گزارا؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہمارے ساتھ باتوں میں مشغول ہوتے، یہاں تک کہ اذان کی آواز آتی اور آپ ﷺ نماز کے لیے چلے جاتے۔ دینِ اسلام نے نہ صرف ہر رشتے کے آداب و الفاظ سکھائے ہیں، بلکہ دل لگی کے انداز بھی سکھائے ہیں۔

اللہ کا بندوں سے اظہارِ محبت: اللہ ان سے ''محبت کرتے ہیں، وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔'' (المائدۃ:) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مومن محبت کرنے والا ہوتا ہے، اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ خود محبت کرے، نہ لوگ اس سے محبت کریں۔''

نبی کریم ﷺ کا اپنے صحابہؓ سے اظہارِ محبت: حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا کہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہؓ سے۔ میں نے عرض کیا: میرا سوال مردوں کے بارے میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ کے ابّا سے یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے۔'' (بخاری)

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''اے معاذ! اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں۔'' (ریاض الصالحین)

نبی کریم ﷺ کا اپنے چچا سے اظہارِ محبت: فرمایا: عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس

سے۔'' ایک اور جگہ فرمایا: ''جس نے میرے چچا کو ستایا' اس نے مجھ کو ستایا۔'' (مشکوٰۃ)

نبی کریم ﷺ کا اپنے ماموں سے اظہارِ محبت: ایک دن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مجلس میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے انھیں دیکھ کر فرمایا: ''ہے کسی کا ماموں' میرے ماموں جیسا' تو دکھائے۔'' (مشکوٰۃ)

نبی کریم ﷺ کا اپنے اہل و ازواج سے اظہارِ محبت: فرمایا: ''حمیرا...!! تم مجھے مکھن اور چھوہارے ملا کر کھانے سے زیادہ محبوب ہو۔''

نبی کریم ﷺ کا اپنی اولاد سے اظہارِ محبت: فرمایا: ''فاطمہؓ! میرے جگر کا ٹکڑا ہے' جو بات اسے تکلیف دے گی' وہ مجھے تکلیف دے گی۔'' (مشکوٰۃ' مسلم)

آپ ﷺ کا حضرت حسنؓ کے بارے میں اظہارِ محبت: فرمایا: ''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں' تُو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے' تُو اس سے بھی محبت کر۔ (مسلم)

دیکھیں کیا نبی کریم ﷺ نے اظہارِ محبت میں تاخیر سے کام لیا؟ کیا نبی کریم ﷺ نے زیادہ کوئی خدار سیدہ اور اللہ کا عاشق ہوگا؟ پھر نبی کریم ﷺ کی سنت پہ عمل کرنے میں تاخیر کس وجہ سے ہے؟ ہمارے نبی کریم ﷺ نے تو غیروں کو بھی اپنا کہہ کر اپنا لیا اور ہم نے اپنوں کے ساتھ غیروں کا سا سلوک کر کے خود سے جدا کر دیا۔ ہماری زندگی انٹرنیٹ اور موبائل بن گئے اور اہلِ وقت فراغت کو تکتے رہ گئے۔ اس سے پہلے کہ انسان بڑھاپے کی لا علاج بیماری میں مبتلا ہو کر موت کا کڑوا گھونٹ پینے پر مجبور ہو جائے۔ چاہیے کہ ان لمحوں کو غنیمت جانیں۔ تعلّقات نبھانا سیکھیں رشتوں کو بچانا سیکھیں اور اپنی زبان کی تلوار سے معصوم اور میٹھے رشتوں کو ناحق قتل ہونے سے بچالیں۔ یاد رکھیں! زندگی مہلت نہیں دیتی اور تاخیر سے بولا جانے والا سچ بھی جھوٹ ہی کی طرح ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سنت کو زندہ کیجیے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنوں سے اظہارِ محبت میں تاخیر موت کا سبب بن جائے اور زندگی بصورتِ موت بن کے رہ جائے۔ خاموشیاں منتظر رہیں کچھ کہنے کی اور اُلفتیں حیا میں ہی سِسکتی رہ جائیں۔

بقیہ

بادشاہ سے ملاقات

صبح ملاقات پہ جانے سے پہلے ایک صاحب آئے اور انھوں نے بتایا کہ بادشاہ سے ملنے کے آداب کیا ہیں؟ بتانا کیا تھا' دو گھنٹے کا مکمل لیکچر تھا۔

- آپ موبائل فون ساتھ نہیں لے جاسکتے کہ اگر دوران ملاقات وہ بج گیا تو؟
- جب بادشاہ آپ سے ملیں تو آپ کی 100 فیصد توجہ ان کی طرف ہو۔
- آپ بادشاہ کے سامنے ناک کو ہاتھ نہ لگائیں' نہ ہی بال سنواریں۔
- آپ زور سے ہنسیں گے اور نہ ہی کسی بات کو دہرائیں گے۔
- آپ ہاتھ نہیں ملا سکتے کہ ان سے صرف شاہی خاندان کے لوگ جن کا ماں اور باپ دونوں طرف سے شاہی خون ہو وہ ہاتھ ملا سکتے ہیں۔
- جب بادشاہ گفتگو کریں تو آپ صرف سنیں گے اور جب وہ کسی اور کی طرف متوجہ ہو جائیں تو آپ سمجھ لیں کہ آپ کا وقت ختم۔
- آپ سلام کا اشارہ کر کے مجلس سے باہر آجائیں گے

بادشاہ سلامت کے محل کے باہر 54 گاڑیاں کھڑی تھیں جن میں لگژری گاڑیوں سمیت ٹینک سے لے کر ایئر مشین گن تک شامل تھیں۔
عبداللہ سوچنے لگا کہ ہم پاکستان میں بے چارے سیاست دانوں کو یونہی دھتکارتے رہتے ہیں' ان کے پورے قافلے کی اوقات یہاں کی ایک گاڑی جتنی نہیں۔
وہ یہاں آکر یہ سب کچھ دیکھ دیکھ کر احساس کمتری میں پڑ جاتے ہوں گے اور واپس جا کر شوھدے بن جاتے ہیں
خیر! بادشاہ صاحب نے کل گیارہ منٹ دیے' بلانے کا مقصد بیان فرمایا' دعائیں دیں
اور منہ پھیر کر دوسرے صاحب سے بات کرنے لگے کہ جیسے عبداللہ کا وجود ہی نہ ہو۔
عبدللہ راہ داری سے واپس آرہا تھا تو اس کی نظر وہاں بنے عظیم الشان آفس پر پڑی' اس نے مینیجر سے پوچھا کہ محل میں بھلا آفس کا کیا کام؟
مینیجر نے جواب دیا: اگر بادشاہ سلامت کو کوئی کام پڑے تو کیا وہ کسی آفس میں جائیں گے' ان کا ہر کام یہیں سے ہوتا ہے'
کسی کو ویزا دینا ہو یا جاگیر' کوئی منصب دینا ہو یا چھین لینا ہو' بس ایک شاہی حکم اور بات ختم۔
عبدللہ سوچنے لگا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ''کُن'' کے آگے کسی کی نہیں چلتی' ہم بلاوجہ پریشان رہتے ہیں۔
عزت' پیسہ' شہرت' اعزاز سب اللہ دیتا ہے' جو چیز مالک دے' مخلوق کی کیا مجال کہ اسے چھین سکے یا اس میں کمی بیشی کر سکے۔
کچھ دور چلے تو عبدللہ کی نظر باتھ روم صاف کرنے والے سوئپر پر پڑی' وہ اردو جانتا تھا۔ عبداللہ نے ازراہِ مذاق پوچھا۔
بھائی اس ملازمت سے تو دوپہر دو بجے فارغ ہو جاتے ہیں۔ شام میں کیا کرتے ہو؟
نوکر نے حیرانی سے کہا: ''اگر میں کوئی اور کام کروں یا کہیں اور جاؤں تو بادشاہ سلامت گردن نہ اتار دیں!
وہ ناراض ہوں گے کہ کیا میں تجھے کافی نہیں' جو تو جگہ جگہ منہ مارتا ہے' مجھ سے مانگ۔''
عبداللہ واپسی کی فلائٹ پر سوچ رہا تھا کہ آئندہ میں کبھی موبائل فون لے کر مسجد نہیں جاؤں گا' بال اور ناک اچھی طرح سے صاف کر کے جاؤں گا۔
نہایت ادب واحترام سے ہر اس چیز کی تکریم کروں گا جو اللہ سے جڑی ہو۔
اس کے دماغ میں بار بار خاکروب کے الفاظ گردش کر رہے تھے اور آنکھیں بِن بادل کے برسات کا منظر پیش کر رہی تھیں۔

''کیا میں تجھے کافی نہیں؟ کیا جگہ جگہ منہ مارتا ہے! مجھ سے مانگ!''

EXPO STORE®
HOUSE OF BRANDED CLOTHES

NEW ARRIVAL

NOW IN STORE

AFFORDABLE PRICES

APPAREL | HOME TEXTILE | ACCESSORIES

www.expostore.pk

BRING
THIS COUPON & GET
FLAT 25% OFF
ONLY AT KHAYABAN-E-RAHAT

ہجرت

قسط نمبر 7

بنتِ گوہر

"کیا میں اس قابل بھی ہوں کہ اللہ مجھے نبیوں کا وارث بنائے؟"

یہاں تک کہ فجر ہو گئی۔اس نے فجر پڑھی، قرآن پڑھا اور سو گئی۔

"زینب بیٹا! آپ کا فون بج رہا ہے۔" پاپا نے فون تھماتے ہوئے کہا۔

"السلام علیکم!" جانی پہچانی آواز تھی۔ "وعلیکم السلام!" حیران سا جواب دیا گیا۔

"جی آپ سارہ منیر ہیں؟ آپ نے پرسوں ٹیسٹ دیا تھا۔ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ آپ کا داخلہ ہو گیا ہے۔ کل سے آپ مدرسہ آجایئے گا۔" سنجیدہ سی اطلاع دی گئی۔ "جی، شکریہ باجی!" اور فون رکھ دیا۔ سارہ کی زبان سے اللہ کا شکر جاری تھا۔ گویا اس کی زندگی کا ایک نیا سفر شروع ہو گیا تھا۔

اس کا پہلا دن تھا، وہ مدرسہ میں نروس سی داخل ہوئی۔ اب وہ اپنی کلاس میں داخل ہو رہی تھی۔ آج فون لے کر آئی تھی کہ وین کا کچھ معلوم نہ تھا کہ واپسی میں ہو گی یا نہیں (وہ پاپا کے ساتھ آئی تھی) کلاس میں اجازت لے کر بیٹھ گئی۔ وہ لڑکی جو اُس دن ایڈمیشن لینے آئی تھی، وہ بھی کلاس کا حصہ تھی۔ اس نے مسکرا کر سارہ کو دیکھا۔ سارہ اسی کے ساتھ بیٹھ گئی۔ پہلا پیریڈ چل رہا تھا۔ باجی بول رہی تھیں اور سب جلدی جلدی لکھ رہی تھیں۔ شاید باجی کچھ ڈکٹیٹ کروا رہی تھیں۔ ایک دم اس کا فون بجا (بتاتے چلیں کہ اس فون کی آواز اتنی تیز تھی کہ شاید مُردوں کو بھی جگا دے) اس نے کانپتے ہاتھوں سے فون بند کر دیا، لیکن فون بند ہونے کی آواز اس سے تیز تھی۔

"اب یقیناً میری بے عزتی ہو گی۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

سارہ نے اسکول کالج میں یہی دیکھا تھا، مگر معلّمہ نے کچھ نہیں کہا۔

"اللہ کا شکر ہے...!! یہاں سب بہت اچھے ہیں۔" اس نے سُکھ کا سانس لیا۔

معلّمات نے بلا کر ہر چیز سمجھائی۔ کورس شروع ہوئے چار دن ہو گئے تھے۔ دن بہت اچھا گزرا تھا سارہ کا۔ کلاس میں بیٹھ کر پڑھتے ہوئے، اللہ کا شکر زبان سے جاری تھا۔

"اب میں چلوں گی یار...!! اپنا خیال رکھنا۔" سدرہ کے الوداعی کلمات نے سارہ کو ماضی سے حال میں لوٹا دیا۔ اب وہ 81 سالہ زینب نہ تھی، بلکہ 12 سالہ مخطوبہ تھی۔ (مخطوبہ، عربی میں منگنی شدہ لڑکی کو کہتے ہیں)

"یار...!! اتنے دن بعد آئی ہو۔ رُکو، نا۔" سارہ نے روکنا چاہا۔

"پھر آؤں گی ان شاء اللہ!" کہہ کر وہ چلی گئی۔

دلہن بنی، سر جھکائے سارہ بیٹھی تھی۔ آج سارہ کی منگنی تھی، فنکشن گھر میں تھا۔ امی نے دولہے والوں کو بتا دیا تھا کہ دُلہا اور مرد وغیرہ نہیں ہوں گے، سو وہ اطمینان سے بیٹھی تھی۔ پنک کلر کے کام والے سوٹ میں گھر میں ہی تیار ہوئی تھی۔ بڑی پیاری لگ رہی تھی۔ پیاری سے زیادہ معصوم لگ رہی تھی۔ ان تین سالوں میں، اس کے چہرے پر بڑی معصومیت آگئی تھی۔ ہاتھوں پر مہندی سجی تھی... یہ وہی ہاتھ تھے، جن سے وہ گھر کا کام کرتی رہی تھی۔ ٹیوشن کے بچوں کو پڑھاتی رہی تھی۔ آج! ان ہاتھوں کو اتنا مان مل رہا تھا۔ اپنے امی ابو کو ڈھونڈنے کے لیے سارہ نے نظریں دوڑائیں، وہ کہیں نظر نہ آئے۔ لڑکی کے ماں باپ کتنا خرچ کرتے ہیں...!! اُسے معلوم تھا کہ ایک چھوٹے سے فنکشن کے لیے بھی، انھوں نے کتنی ٹینشن لی ہے۔ کیا تلخ حقیقت ہے کہ کسی کے لیے تو پچاس ہزار روپے ہاتھ کی میل ہوتے ہیں اور کسی کے لیے پورے مہینے کی آمدنی۔ خیر... اب تو سارہ کا بھائی بھی جاب کر رہا تھا۔ ہاں! وہ اتنا بڑا تو نہ تھا، مگر سمجھ دار ہو گیا تھا۔ ایک وقت تھا، جب آٹھویں کے بعد وہ کہتا تھا کہ میں نے اور نہیں پڑھنا اور اب سی۔ اے کر رہا تھا اور ساتھ میں جاب بھی کر رہا تھا۔ کبھی تو ابو سے دور دور رہتا تھا اور آج ابو کا دایاں ہاتھ بنا ہوا تھا۔ یہ سب دین کی برکت سے ہو رہا تھا۔

اس نے اپنے بھائی کو دیکھا جو سامنے میز پر ٹوکرا رکھ رہا تھا۔ سفید شلوار قمیص میں سانولی رنگت پر داڑھی کتنی بھلی معلوم ہوتی تھی (الحمدللہ!) بس اب یہی دعا تھی کہ اس کی بہن بھی دین کی طرف آجائے... ویسے آپی کے گھر کا ماحول بھی اچھا ہو گیا تھا، انھوں نے پردہ شروع کر دیا تھا۔ وہ ابھی اپنی سوچوں میں مگن تھی کہ شور مچا: "دولہے والے آرہے ہیں! دولہے والے آرہے ہیں!" اس نے فوراً پاس پڑی چادر کا گھونگھٹ کیا۔ لڑکوں کی چاپ ایک دم سُست ہو گئی۔

دولہے کی امی نے سارہ کی امی سے کہا: "پلیز...!! دلہن کو بولیں گھونگھٹ ہٹا لے۔ باقی سارے لڑکے چلے جائیں گے۔"

(جاری ہے)

مہربانی

ثانیہ ساجد

”کن سوچوں میں گم ہو برخوردار۔“ ابو کی کڑک دار آواز نے عامر کو دوبارہ کھانے کی میز کی طرف لوٹا دیا۔ ”جی، کچھ نہیں۔“ وہ بوکھلا گیا۔

”عامر، بیٹا! گھبراؤ مت! بتاؤ ہمیں...آج کل تم کن الجھنوں میں ڈوبے ہوئے ہو۔“ امی کا شفیق انداز، عامر کی ہمت بڑھانے لگا۔ اس نے تمام تر حوصلے جمع کیے اور سر اونچا کر کے کہا۔

”نہیں امی! آج کل نکل آیا ہوں میں سوچوں اور اُلجھنوں کے دَلدل سے۔“

”کیا مطلب؟“ ابو کے ماتھے پر شکن تھے۔ عامر کا ڈٹا ہوا انداز، انھیں آنے والی پریشانی کی نوید سنا رہا تھا۔ ”میں گاؤں جانا چاہتا ہوں۔“

”میں تمھیں اتنی دور جانے نہیں دے سکتی۔“ امی کی آواز اتنی بلند تھی، جیسے عامر ان کے سامنے نہیں، بلکہ گاؤں میں ہی بیٹھ کر ان سے بات کر رہا ہو۔

”تمھیں وہاں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“ ابو نے ڈرانا شروع کر دیا۔ ”تنخواہ کا وہاں کوئی تصور نہیں۔ نہ کوئی وظیفہ، نہ ہی کسی کا ساتھ۔ دیہات میں جہالت وضلالت کے بادل چھائے رہتے ہیں۔ وہ ایک 'وادیٔ پُرخار' ہے۔“

”ابو! میں دیہاتیوں کی پیاسی سرزمین کو آسمانی علوم کی بارانِ رحمت سے سیراب کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے مت روکیں!“ عامر نے ابو کی منّت کی۔

”ٹھیک ہے! جو چاہے کرو۔ میری طرف سے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملے گی۔“ اتنا کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ امی بھی ان کے پیچھے تھیں۔

”دو دن بھوکا رہے گا تو لوٹ کر یہیں آئے گا۔“ آئینہ میں بیگم کا عکس دیکھ کر انھوں نے کہا۔ درسِ نظامی کی تعلیم سے فارغ ہو کر عامر نے اپنی صلاحیتوں کی تجربہ گاہ کے لیے اپنے آبائی گاؤں کو چُنا۔ امی ابو اگرچہ اُس کے اِس فیصلے سے خوش نہ تھے، لیکن اس کی کچھ کر دکھانے کی دُھن نے، اسے گاؤں پہنچا ہی دیا۔ شام کے وقت وہ وہاں پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ محلّے کی مسجد ویران پڑی ہے۔ امام ہے نہ خطیب۔ اسے یہ بھی پتا چلا کہ وہاں خطیب اور موذن الگ الگ نہیں ہوتے۔ مسجد کے متعلق ساری ذمہ داریاں امام ہی کو نبھانا پڑتی ہیں۔

عامر مسجد کے فرش پر خاموشی سے لیٹ گیا اور فجر کا انتظار کرنے لگا۔ گاؤں کی صبح بے حد حسین ہوتی ہے۔ فجر کی نماز کے لیے کافی سارے گاؤں والے نماز ادا کرنے آئے۔ ان کی تعداد دیکھ کر عامر کو بہت خوشی ہوئی، لیکن جب ظہر کی نماز کے لیے کوئی نہ آیا تو مجبوراً اسے محلّے میں نکل کر لوگوں کو اکٹھا کرنا پڑا اور حقیقت اس پر تب کھلی، جب اسے معلوم ہوا کہ وہ عام کسان جو فجر کی نماز پڑھنے آئے تھے، وہ تھک ہار کے عشاء سے پہلے ہی سو جاتے ہیں۔

اگلے دن عامر نے فجر کے بعد نمازیوں کو بٹھا کر تھوڑی دیر کا درسِ قرآن دیا اور نماز کی اہمیت اُجاگر کی، پھر اس نے مسجد کے باہر کھیلتے کودتے بچوں کو جمع کیا اور ان کے ساتھ مل کر مسجد کی صفائی کی۔ مسجد کی صفائی اتنی مشکل نہیں تھی، جتنا ان بچوں کو قرآن سیکھنے کے لیے راضی کرنا تھا۔ آہستہ آہستہ مسجد میں ایک چھوٹی سی درس گاہ قائم

ہوگئی، کسی کو کلمہ سکھایا جاتا، کسی کی نماز درست کی جاتی، کوئی نورانی قاعدہ پڑھتا اور کوئی ناظرہ خوانی کرتا۔ حفظ کے لیے بس ایک ہی طالبِ علم تیار ہوا۔ عبد اللہ کو پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اردو لکھنا تو وہ جانتا ہی تھا، اب وہ عامر سے عربی بھی سیکھ رہا تھا۔ اس تھوڑے سے عرصے میں، وہ عامر کو بہت عزیز ہوگیا تھا۔ گاؤں والے جب عامر سے بخشش اور شفاعت کا سنتے تو پوچھتے کہ ہماری بخشش کیسے ہوگی؟ تو وہ انھیں اعلیٰ اخلاق کی تلقین کرتا۔ جب وہ اس سے تعویذ گنڈے بنوانے آتے تو وہ انھیں اللہ کی ناراضی سے ڈراتا اور قرآن کے ذریعہ ان کی راہ نمائی کرتا۔ ایصالِ ثواب اور 'بڑی راتوں' پر ملنے والے کھانوں کو جب وہ واپس لوٹا دیتا تو گاؤں والوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ جاتیں۔ گاؤں کی ظلمت زدہ ویرانے میں علم کی شمعیں روشن ہو رہی تھیں اور گاؤں کے چودھریوں کی آنکھوں میں یہ روشنیاں کانٹوں کی طرح چُبھ رہی تھیں، لیکن وہ کسی مضبوط موقع کی تلاش میں تھے، کیوں کہ عامر کے ہم نواؤں میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

ایک روز عامر دوپہر میں قیلولہ کر کے جب اٹھا تو اس نے گاؤں کے ایک شخص کو انتہائی پریشانی کے عالم میں مسجد میں بیٹھا ہوا پایا۔ ''کیا بات ہے۔ آپ اس وقت یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔'' عامر نے دریافت کیا۔

''مولوی صاحب! مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔''

''آپ کیوں پریشان ہیں؟ کیا ہوا ہے؟'' عامر نے پھر پوچھا۔

''میں نے مشکل وقت میں چودھری سے قرضہ لیا تھا بیس ہزار روپے! اس نے کہا تھا، جب آجائیں تو لوٹا دینا۔ محنت کر کے، پائی پائی جوڑ کے آج تین سال بعد جب میں قرضہ چکانے گیا تو وہ کہتا ہے کہ تین سال بعد آئے ہو۔ 03 فیصد ٹیکس کے حساب سے ساٹھ ہزار اور لے کر آؤ۔ مولوی صاحب! ہم اَن پڑھ لوگوں کو کیا پتا کہ یہ ٹیکس کیا ہوتا ہے۔ اب یہ ساٹھ ہزار روپے اور کہاں سے لاؤں۔'' اس کی بات ختم ہوتے ہی عامر پھٹ پڑا: ''یہ ٹیکس نہیں، سود ہے، وہ بھی چودھری کی اپنی مرضی کا۔ یہ حرام ہے۔''

''میں چودھری کو یہ بات کیسے کہوں گا؟'' وہ آدمی خوف سے لرز رہا تھا۔

''مولوی صاحب! آپ کی گاؤں میں بہت عزت ہے۔ آپ میرے اس مسئلے کا کوئی مناسب حل نکالیے۔'' اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ عامر سوچ میں پڑ گیا، لیکن اس کا دل، اس ظلم اور ناانصافی پر تڑپ رہا تھا۔ ''نہ جانے کب سے یہ چودھری ان معصوم دیہاتیوں کو لوٹ رہا ہے۔'' اس نے دل میں سوچا، پھر اس نے کہا۔ ''آپ کل آجانا، میں چلوں گا آپ کے ساتھ۔''

اگلی صبح گاؤں کے آٹھ دس افراد، جن میں عبد اللہ اور اس کے والد بھی شامل تھے، مسجد پہنچ گئے۔ وہ سب اور نہ جانے کتنے خاموش گاؤں والے، جو اس سودی ٹیکس کا شکار تھے۔ عامر ان سب کے ہم راہ چودھری کی حویلی پہنچ گیا۔ اس نے تحمّل سے چودھری کو اس حقیقت سے آشنا کیا کہ جسے وہ ٹیکس کا نام دے رہا ہے، وہ دراصل سودی لین دین ہے اور یہ اسلام میں حرام ہے، مگر چودھری کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔

''یہ میرا گاؤں ہے اور یہاں لین دین میرے قانون کے مطابق ہوگا۔ تم جا کر اپنی مسجد میں جھاڑو لگاؤ۔ بڑا آیا مجھے دین سکھانے والا...!''

''یہ بے چارے گاؤں والے سود کہاں سے بھریں گے، ان لوگوں کی تو اپنی زندگی اتنی مشکل ہے۔'' عامر نے گاؤں والوں کی حمایت میں بولنا چاہا تو چودھری مسکرانے لگا۔ ''اچھا...! اگر تمھیں اتنی ہی فکر ہے ان بے چارے گاؤں والوں کی تو تم بھر دو ان کی رقم۔'' عامر نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

''کیوں مولوی صاحب! ابھی جیب میں پیسے نہیں ہیں کیا...؟ کوئی بات نہیں۔ آپ فکر نہ کریں جی... ہم خود لے لیں گے ساری رقم۔ آپ جائیں اور جا کر بچوں کو سپارہ پڑھائیں۔'' چودھری کے تیور ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔ عامر جب سے حویلی سے واپس آیا تھا، اس کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا، وہ رات بھر سکون سے سو بھی نہیں پایا تھا۔

اگلی صبح امی کی کال نے اس کے پیروں تلے سے زمین ہی کھینچ لی۔ چودھری نے اس کے ابو کے خلاف ایف آئی آر کٹوائی تھی۔ گاؤں والوں کا وہ سارا سودی ٹیکس، اب عامر کے ابو کے خلاف فراڈ کا کیس بن گیا تھا۔ اس خبر نے عامر کو متزلزل کر دیا۔ اس واضح نظر آنے لگ گیا تھا کہ اب چار و ناچار اسے گاؤں چھوڑنا ہی پڑے گا۔ گاؤں والوں پر یہ خبر پہاڑ بن کر ٹوٹی۔ کوئی نہیں چاہتا تھا کہ ایسا ہو۔ سب بہت شرمندہ تھے، وہ عامر سے نظریں نہیں ملا پا رہے تھے۔ عبد اللہ کا تو رو رو کر حال برا ہو گیا تھا، وہ کسی صورت عامر سے بچھڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا، وہ کچھ نہیں جانتا تھا، اسے تو اردو لکھنے کے علاوہ اور کچھ آتا بھی نہیں تھا، مگر اب وہ دس پارے حفظ کر چکا تھا۔ اس نے ایک کاغذ اور قلم اٹھایا اور لکھنے لگا۔

اگلی صبح جب عامر اپنا تمام تر سامان باندھ چکا تھا اور روانگی کی تیاری پر تھا تو عبد اللہ سے ملنے کی خواہش نے اسے تھوڑی دیر روک لیا اور وہ مسجد کے برآمدے میں بیٹھ کر عبد اللہ کا انتظار کرنے لگا۔ دور سے ایک تیز رفتار گاڑی آتی دکھائی دی۔ گاؤں میں گاڑی دیکھ کر عامر پریشان ہو گیا اور اسے چودھری کی کوئی نئی چال سمجھنے لگا۔ جب وہ گاڑی رُکی تو اس میں سے عامر کے ابو پورے دھڑلے سے باہر نکلے۔ بغیر بات کیے کھڑے کھڑے انھوں نے مسجد کا جائزہ لیا۔ اس بڑی سی گاڑی کی کشش دور دور سے گاؤں والوں کو بھی مسجد کی طرف کھینچ کر لے آئی تھی۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ اتنے میں گاؤں والوں کے جمِّ غفیر میں سے عبد اللہ نکل کر باہر آیا اور ادب سے بس اتنا کہا: ''السلام علیکم! سیٹھ صاحب!''

''کیا خط تم نے ہمیں لکھا تھا؟'' انھوں نے سلام کا جواب دیے بغیر سوال داغا۔

''جی!'' عبد اللہ نے سہمے سہمے مختصر سا جواب دیا۔

''بیٹا! تمہارے خط نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔ ہم اپنی لاعلمی پر بے حد شرمندہ ہیں۔'' پھر وہ عامر کی طرف متوجہ ہوئے اور پورے بھرم سے کہنے لگے: ''بیٹا! آپ کو کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے گاؤں میں جس شمع کو روشن کیا ہے اور آپ سے گاؤں والے جس طرح خوش اور مانوس ہیں، یہ میرے لیے صدقہ جاریہ ہے۔''

عامر کے لیے والد صاحب کا یہ رویہ حیران کن بھی تھا اور حوصلہ افزا بھی۔ وہ اسے صرف اللہ کا کرم سمجھ رہا تھا۔

''بیٹا! آپ ہم پر ہوئے مقدمے کی فکر نہ کریں، چودھری کو پتا نہیں ہے کہ اس نے کس سے ٹکر لی ہے۔ تم دین کی خدمت میں لگے رہو، آپ کا ماہانہ خرچ آئندہ سے میں دیا کروں گا اور جو کچھ ہم کر سکے، کریں گے۔'' اور پھر گاؤں والوں کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور کہنے لگے: ''ان غریبوں میں سے کسی کو بھی آئندہ یہ ظالمانہ سود نہیں بھرنا پڑے گا۔'' اتنا کہہ کر وہ دوبارہ گاڑی میں سوار ہوگئے اور دیکھتے ہی دیکھتے گاڑی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

عامر کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ وہ ابھی تک اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ گاؤں والے خوشی سے گلے مل رہے تھے۔ اتنی دیر میں بادل گرجے اور بارش شروع ہوگئی۔ شاید بادلوں سے بھی خوشی سنبھالی نہیں جا رہی تھی۔

یقینِ کامل

ابلیہ مظفر

یقینِ کامل ہو تو راستے خود بخود بنتے چلے جاتے ہیں اور اگر یہیں پر انسان مار کھا جائے تو بنتے راستے بھی بگڑتے چلے جاتے ہیں‘جو لوگ راستوں کے عشق میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو منزلیں ان سے دور ہو جایا کرتی ہیں۔

رب کہتا ہے مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا... میں بیماری دینے والا ہوں تو شفا بھی میری ہی قدرت سے ہے... میں وہّاب ہوں تو عطا بھی میں ہی کروں گا... میں مالک الملک ہوں ... میں ربّ ذوالجلال ہوں ... میں کمالات میں یکتا ہوں... میں واحد ہوں... مجھ جیسا کوئی ہے تو بتاؤ... مجھ جیسا کوئی ہے تو ڈھونڈ لاؤ... ہے کوئی مجھ جیسا...؟

وہ سوال کرتا ہے‘پھر خود ہی جواب بھی دیتا ہے‘نہیں... کوئی نہیں ہے... میرے بندو! کوئی نہیں ہے... جس سمت دیکھو گے تو مجھے ہی پاؤ گے... جس رُخ مُڑو گے تو میں ہی نظر آؤں گا... جب بھی پکارو گے تو مجھے ہی اپنی پکار کا منتظر پاؤ گے... تکلیف ہو گی تو راحت کا احساس بھی میں ہی دلاؤں گا...!!

پھر میرا رب شکوہ کرتا ہے‘میرے بندے! تجھے اپنے کریم رب کی طرف سے کس چیز نے دھوکے میں ڈالا...؟سب جانتے بوجھتے بھی تُو کس راہ پر نکل پڑا...؟کیا اپنے رب پر یقین نہ رہا...؟یا تجھے اس رب جیسا کوئی مل گیا...؟لوٹ آ میرے بندے! اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہو جائے... لوٹ آ میرے بندے! اس سے پہلے کہ یہ دھوکا تیری گردن کا طوق بن کر تیری سانسیں مدہم کر دے... لوٹ آ میرے بندے! اس سے پہلے کہ تُو میری پکار کا جواب چاہتے ہوئے بھی دینے والا نہ رہے... لوٹ آ میرے بندے! لوٹ آ۔

"امی...! امی مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ پلیز...! میرے ساتھ رہیے گا امی!" یہ سولہ سالہ ارفع تھی‘جو اپنی ماں کے بازوؤں سے چپکی انھیں اپنے سے دور جانے سے روک رہی تھی۔ "ہٹ پرے... پاگل ہو گئی ہے کیا؟ تیرے ساتھ چپکی رہی تو گھر کا کام کون کرے گا! چل سو جا۔" فاخرہ بیگم ارفع کی بات پر جھلّاتی‘ہاتھ سے پَرے کھسکاتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ "اور ہاں! اب میرے پیچھے مت آنا۔ فضول میں میرا کام اور بڑھائے گی۔" جاتے جاتے فاخرہ بیگم نے ایک تنبیہ کرنا لازمی سمجھا اور کپڑوں کا ڈھیر اٹھا کر باہر نکل گئی اور ارفع اتنی گرمی میں بھی خوف کے باعث موٹا سا کمبل اپنے ارد گرد لپیٹے‘تھر تھر کانپتے‘اللہ! اللہ! کرتے‘گٹھڑی بنے کونے میں آخر کار سو گئی۔ اپنا سارا کام سمیٹ کر دو گھنٹے بعد فاخرہ بیگم جب کمرے میں آئیں تو ارفع کا کانپتا وجود‘انھیں تشویس میں مبتلا کر گیا۔ "آئے ہائے... کہیں طبیعت تو نہیں خراب میری بچی کی... ایسے ہی ڈانٹ دیا میں نے۔ ارفع‘میرا بچہ! کیا ہوا ہے تجھے؟ اُٹھ‘شاباش!" وہ ارفع کو ہلاتے ہوئے پچکارنے لگیں اور ان کے ہاتھ لگانے پر جس طرح وہ تیزی سے اٹھ کر‘ان کے سینے لگی وہ یکدم گھبرا گئیں۔

"ارفع بیٹا کیا ہوا؟" وہ پریشانی سے اپنے سینے سے اس کا سر اٹھاتی‘ماتھے پر پسینے سے چپکے بال ہٹاتی‘اس سے استفسار کرنے لگی۔ "امی! یہاں کوئی ہے۔ امی! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" ارفع بتاتے ہوئے روہانسی ہو گئی۔

"ارے‘پگلی! میں ہی تو ہوں تمھارے ساتھ۔ اب ماں سے بھی ڈرے گی کیا؟" فاخرہ بیگم ہنس پڑیں اور اُسے سینے سے چمٹائے تھپکنے لگیں۔

متوسط درجے کا وہ گھرانہ امتیاز صاحب کا تھا۔ تین بیٹوں کے بعد ہونے والی ارفع گھر بھر کی لاڈلی تھی۔ امتیاز صاحب کی تو اس کو دیکھے بغیر نہ رات ہوتی تھی‘نہ دن۔ پورے گھر میں اس کی چہکار گونجتی رہتی تھی۔ امتیاز صاحب نے تو اس کو "میری سنہری چڑیا" کا لقب دے رکھا تھا۔ آخر وہ خوب صورت بھی تو تھی۔ پورے دن اِدھر اُدھر گھومتی پھرتی‘پھر تھک ہار کر اپنے بھائیوں سے اپنے پاؤں دبواتی‘جو لاڈلی ہونے کی بنا پر ہر بھائی بصدِ شوق دبا دیتا۔ اب اس کی تھوڑی سی طبیعت کیا خراب ہوئی‘گویا سب کی جان سولی پر لٹک گئی۔ سب کے سب اس کے بیڈ کی پائنتی سے لگ گئے اور ارفع اپنے بابا سے چپکی‘اب تک کی اپنی ساری خواہشات بتانے لگی‘جو کہ اسے یقین تھا کہ شام تک کسی نہ کسی طرح پوری ہو جائیں گی۔ "اللہ! کتنی چالاک ہے آپ کی بیٹی‘بابا... بیماری کا بہانہ بنا کر آپ کی جیب خالی کروا رہی ہے۔" یہ ارحم تھا‘جس کی ارفع سے بقول بڑے بھیّا کے بچپن سے دشمنی تھی۔

"بابا! اس کو بولیں میرے منہ نہ لگے‘ورنہ..."

"ورنہ کیا...؟ بولو!" ارحم کے تو سر پہ لگی تلوؤں میں بجھی۔

"ورنہ یہ کہ بابا میری ساری چیزیں تمھاری پاکٹ منی سے لائیں گے‘جو کہ تمھاری الماری کے دراز میں تمھاری بلیو والی شرٹ کے اندر رکھی ہوئی ہے۔ رکھی ہے نا...؟" ارفع نے اتنے یقین سے اسے دیکھتے ہوئے کہا کہ ارحم کی حالت ہی پتلی ہو گئی اور سب ہنس ہنس کے دُہرے ہو گئے۔

"بابا...! میں بتا رہا ہوں‘آپ اس کو سمجھا لیں۔ یہ میری الماری چیک کرتی ہے۔" وہ کانپتی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تو بیٹا جی! لڑائی بھی تو آپ ہی نے شروع کی ہے۔ اب بھگتیں!" امتیاز صاحب نے ارفع کی طرف کا حساب برابر کیا تو ارفع‘ارحم کو منہ چڑانے لگی۔ "اچھا! اچھا بس! بہت لڑ لیا۔ آجاؤ! اب کھانا کھا لو۔" ارحم جو اس کے منہ چڑانے پر جوابی وار کرنا چاہ رہا تھا‘فاخرہ بیگم کے بلانے پر منہ پر ہاتھ پھیرتا‘اسے وارن کرتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا اور امتیاز صاحب اور ارفع

ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے۔

اُس وقت تو ارفع کی طبیعت ٹھیک ہو گئی، لیکن ایک دو مہینے بعد جب وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ لان میں بیٹ بال کھیل رہی تھی، پھر سے اس کی وہی حالت ہونے لگی۔ ''امی! بابا!'' وہ وہی گھاس پر بیٹھی روتے ہوئے اپنے والدین کو پکارنے لگی اور اس کے بھائیوں کو لگا شاید اسے چوٹ وغیرہ لگ گئی ہے۔

''کیا ہوا ارفع؟ کہیں چوٹ لگی ہے کیا؟'' بڑے دونوں بھائی تو از حد پریشان ہو گئے، لیکن ارحم لاپروائی کی ایکٹنگ کرتا گھاس نوچنے لگا۔

''ڈرامہ کوئین ہے یہ بھائی! پتا تو ہے آپ کو، پھر کچھ چاہیے ہو گا اسے۔''

''تم تو چپ ہی کرو ارحم! جب بولو گے تو کچھ اُلٹا سیدھا ہی بولو گے۔ ارفع! بتاؤ گڑیا! کہاں درد ہو رہا ہے؟'' بڑے بھیّا نرمی سے پوچھنے لگے۔

''بھیّا! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' ارفع نے ڈرتے ہوئے بتایا۔

''لو... کوئی بھوت تو نہیں دیکھ لیا ہماری ارفع نے بھیّا!'' ارحم دل جلانے والی ہنسی ہنسا تو ارفع چیخ پڑی۔ اس کی چیخ میں اتنی شدّت تھی کہ ارحم بھی ڈر سا گیا اور امی، بابا کو بلانے کے لیے اندر کی طرف بھاگا۔

ارحم کے بلانے پر امی اور بابا بھاگم بھاگ آئے اور اس کے رونے نے اور مسلسل رونے نے دونوں کو بے حد پریشان کر دیا۔ بابا کے بار بار پوچھنے پر اُس نے صرف اتنا ہی بتایا کہ ''کوئی ہے...!'' بیٹی کے منہ سے یہ الفاظ سن کر فاخرہ بیگم کے ذہن میں کچھ کلک سا ہوا، ان کو تقریباً دو ماہ پہلے والی بات اچانک سے یاد آئی۔ انھوں نے جب کڑیوں سے کڑیاں ملائی تو وہ خوف زدہ سی ہو گئیں اور انھوں نے زور سے ارفع کو اپنے سینے سے لگا لیا اور ''میرا بچہ!'' کہتے ہوئے چومنے کے ساتھ ساتھ روئے جا رہی تھیں۔ سب ہی ڈر گئے، بمشکل دونوں کو الگ کیا۔ انھوں نے امتیاز صاحب کو، ارفع کو کمرے لے جا کر سُلانے کا کہا اور خود وہیں گھاس میں بیٹھی رونے لگیں۔

''کیا ہوا امی! آپ ہمیں تو بتائیں، ایسے کیوں رو رہی ہیں؟''

''نافع! میری ارفع... میری ارفع کس اذیت میں ہے تو نہیں جانتا۔ اُسے ایک دفعہ دِکھالا میرا بیٹا! اللہ کرے وہ نا ہو جو میں سوچ رہی ہوں... اللہ!'' وہ ماتھے پر ہاتھ رکھے روئے جا رہی تھیں۔ ''کیا سوچ رہی ہیں آپ امی؟ کس اذیت میں ہے میری بہن اور کہاں دِکھالاؤں؟'' بڑے بھیّا متفکر ہو گئے، اتنے میں امتیاز صاحب بھی آ گئے۔ ''کیا ہوا ہے فاخرہ؟ کیوں ایسے رو رہی ہو؟''

''امتیاز! اُس دن یاد ہے آپ کو، جب میں نے کہا تھا کہ میری بیٹی کانپ رہی ہے اور شدید گرمی میں بھی کمبل میں لپٹی پسینے میں شرابور تھی۔ یاد ہے نا آپ کو امتیاز! اُس دن بھی وہ یہی کہہ رہی تھی کہ ''کوئی ہے...!'' اور آج بھی۔'' ان کا گریبان آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا۔ ''اس کو جلد ہی کسی عامل کو دکھالائیں امتیاز! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' فاخرہ بیگم کی کانپتی آواز، ان کے ڈر کو واضح کر رہی تھی۔

''نور بابا جو ہے نا... جو سلیمہ آپا کے محلے میں رہتے ہیں۔ آپا ان کی بڑی تعریفیں کر رہی تھیں۔ بڑے پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ آپ وہاں لے جائیں ارفع کو۔''

''امی کیا ہو گیا ہے آپ کو... دیکھا ہے میں نے ان کو۔ حُلیہ تو ان کا شرعی طور پر کسی طرح مناسب نہیں ہے اور ہیں پہنچے ہوئے بزرگ... پیسے بٹورنے کے بہانے ہیں بس!'' ارحم کو اس بزرگ کا نامناسب حلیہ بری طرح کھٹک رہا تھا۔ نہ چہرے پر سنتِ نبوی، نہ حُلیہ نورانی، اس نے فوراً اظہار کر دیا اور اس کا جواب امی کے تھپڑ کی صورت پیٹھ پر آیا تو فوراً وہ نو دو گیارہ ہو گیا۔

''میرے خیال میں ارحم ٹھیک کہہ رہا ہے فاخرہ! ہمیں کسی اچھے عالم دین سے رجوع کرنا چاہیے، وہ راہ نمائی کرتے تو اچھا ہے۔'' امتیاز صاحب پُر سوچ لہجے میں کہہ رہے تھے اور دونوں بڑے بیٹے سر ہلاتے ہوئے ان سے متفق نظر آ رہے تھے۔

''آپ لوگ چھوڑیں۔ میں ہی لے جاؤں گی اس کو۔ کسی احسان کی ضرورت نہیں ہے مجھے۔'' وہ تینوں کو غصّے سے گھورتی، چپل پاؤں میں اُڑستی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

جب سے اس کا علاج اُس ''نورانی بابا'' کے پاس سے شروع ہوا تھا۔ ارفع کی طبیعت ٹھیک ہونے کے بجائے اور بگڑتی چلی جا رہی تھی۔ چیخیں مارنا، ہاتھ پاؤں کا مُڑ جانا، کئی کئی گھنٹے مسلسل کانپتے اور روتے رہنا... ارفع کی وہ ہنسی، وہ فرمائشیں اور ارحم سے ہر وقت کا جھگڑا سب ختم ہو گیا تھا۔

یہ وہ ارفع تو نہیں تھی گُم صُم سی، خلاؤں میں گھورتی، کسی کے پکارنے پر اُسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتی۔ ان کی پرانی والی ارفع کہاں گئی؟ اس کو دیکھ کر اب ارحم پہروں روتا تھا۔ امتیاز صاحب اور دونوں بڑے بھائی، اس کی حالت کو دیکھ کر اپنے آنسوؤں کو چھپانے کے لیے کونے تلاش کرتے تھے اور فاخرہ بیگم ان سب کا الزام اپنے آپ کو دیتی اور اللہ سے اور اپنی بیٹی سے معافیاں مانگتی رہتی تھیں۔

آخر کار ارفع کی یہ حالتِ زار جب امتیاز صاحب کے بس سے باہر ہو گئی تو بیٹوں کے باہم مشورے سے انھوں نے علاقے کے بڑے عالمِ دین کے پاس جانے کا فیصلہ کیا اور ان کو اپنی بیٹی کے تمام حالات تفصیل سے بتائے۔

''امتیاز صاحب! جنّات کا انسان پر حاوی ہونا برحق ہے۔ ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے، لیکن اس کا علاج ان چیزوں میں ڈھونڈنا، جس کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، یہ سوائے حماقت کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔'' پھر تھوڑے توقّف کے بعد بولے: ''سکون کی دولت میرے رب نے اپنے کلام میں رکھی ہے۔ سورۂ بقرہ ایسی چیزوں سے بچاؤ کا نہایت آزمودہ نسخہ ہے، جو غلطی ہو گئی سو ہو گئی، لیکن اب آپ کا یقین آپ کی بیٹی کو اس تکلیف سے باہر لائے گا۔ گھر میں نمازوں کا اہتمام، پاکیزہ ماحول، قرآن کریم کی ہر وقت کی تلاوت، ان شاء اللہ العزیز! آپ لوگوں کو اس تکلیف سے نجات دے گی۔ اُمید ہے آپ میری بات پر عمل کریں گے اور ہاں ایک بات یاد رہے... یقین اور امید کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیجیے گا۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔'' وہ وہاں سے معانقہ اور مصافحہ کر کے نکل آئے، لیکن اپنے ساتھ یقین کی دولت لے آئے۔

رب پر یقین کا سفر پورے گھر والوں کے لیے باعثِ اطمینان و سکون تھا۔ ارفع کی بہتر ہوتی حالت نے جیسے سب میں نئی روح پھونک دی تھی۔ اِس وقت بھی سب اس کے پاس بیٹھے ہوئے، اسے بہلا رہے تھے۔

''بابا! آپ نے ارحم کی زبان کاٹ دی ہے کیا؟'' ارفع شرارتی نظروں سے ارحم کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے بابا سے پوچھنے لگی اور ارحم نے جو سوچا تھا کہ اپنی زبان کو بند رکھے گا، لیکن زبان میں ہونے والی کھجلی، اسے خاموش نہ رکھ سکی۔

''نہیں بھئی! میں تو تمھاری خاموشی کی وجہ سے تمھارا لحاظ کر رہا تھا۔ اب کیا میں اکیلا بولتا ہوا اچھا لگتا کیا؟'' شرارت اس کے روئے روئے میں سمائی ہوئی تھی۔

''اچھا! تو یہ بات ہے۔ چلو! میری خاموشی کا تو لحاظ کیا؟ ورنہ تمھارا کیا بھروسہ! اکیلے ہی لگے رہتے۔'' ارفع نے اسے چڑاتے ہوئے کندھے اُچکائے۔

''او، ہیلو! اتنا پاگل نہیں ہوں میں۔''

''ہاں! اتنے نہیں ہو، بلکہ اور زیادہ ہو۔'' ارفع کو تو موقع ہاتھ لگا تھا۔

''اوفوہ... کتنا لڑتے ہو تم دونوں۔'' فاخرہ بیگم نے چائے کی ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے دونوں کو جھاڑا۔ ''امی! لڑنے دیں نا... ان دونوں کی نوک جھونک ہی تو ہے، جو اس گھر کو خزاں سے بچائے ہوئے ہے۔'' بڑے بھیّا دونوں کی باتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہہ رہے تھے اور سب کے تائیداً سر ہلتے اس بات کا ثبوت تھے کہ بہار تم ہی سے تو ہے۔

جھوٹ نہ بولیں

الطاف حسین

جمیل نے بازار سے سبزی لا کر باورچی خانے میں رکھی اور چالیس روپے اپنی امی کو واپس کر دیے۔

امی نے رقم گننے کے بعد پوچھا "بیٹے! سبزی کتنے روپے کی ملی؟" "پچاس روپے کی"، جمیل نے جواب دیا۔

"لیکن آپ نے تو مجھے چالیس روپے واپس دیے ہیں، دس روپے کہاں گئے؟" امی نے جمیل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"امی!۔۔۔ دس روپے کے میں نے "کلر" خریدے ہیں۔"، جمیل نے جواب دیتے ہوئے جیب سے "کلر بکس" نکال کر میز پر رکھ دیا۔

"ٹھیک ہے بیٹا..." امی، جمیل کا جواب سن کر اور ثبوت دیکھ کر مطمئن ہو گئیں اور کمرے سے نکل کر باورچی خانے میں چلی گئیں۔

ان کے جانے کے بعد جمیل نے 'کلر بکس" اٹھا کر کھولا جو اندر سے خالی تھا... اور معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کھڑکی سے باہر پھینک دیا

اور جیب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر اپنے آپ سے بولا: "چلو جمیل بھیا! اب چل کر کھیلتے ہیں وڈیو گیم۔"

"بیٹا! کہاں جا رہے ہو؟" امی نے اسے گھر سے باہر جاتے دیکھ کر پوچھا۔

"امی! میں اپنے دوست نیاز کے گھر جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر میں واپس آ جاؤں گا۔" جمیل نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

"آپ کے خیال میں جمیل کیسا لڑکا ہے؟" "جمیل اچھا لڑکا نہیں ہے، کیوں کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔"

"شاباش...! آپ نے جمیل کو پہچاننے میں ذرّہ برابر بھی غلطی نہیں کی۔"

آپ کے اس جواب سے ہمیں اتنا تو معلوم ہو گیا کہ آپ سچ اور جھوٹ کا فرق بہت اچھی طرح جانتے ہیں

پھر تو آپ کو یہ بھی علم ہو گا کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ کے متعلق کیا ارشاد فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بندہ جب جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ کی بدبو سے فرشتے میلوں دُور بھاگتے ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھوٹ کے متعلق ایک ارشاد یہ بھی ہے:

"جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو اس لیے کہ جھوٹ بدی کی راہ دکھاتا ہے اور بدی (جھوٹ بولنے والے کو) جہنم میں لے جاتی ہے۔"

ایک بات عام دیکھنے میں آتی ہے کہ بڑے اپنے چھوٹوں سے کوئی چیز دینے کا وعدہ کرتے ہیں اور اسے پورا نہیں کرتے۔

اسی طرح بعض لوگ مذاق میں ایک دوسرے کے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں اور بعض لوگ دوسروں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جھوٹ بولنا کسی حال میں جائز نہیں نہ تو سنجیدگی کے ساتھ

اور نہ ہی مذاق کے طور پر اور یہ بھی جائز نہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے بچے سے کسی چیز کے دینے کا وعدہ کرے اور پھر وہ اپنا وعدہ پورا نہ کرے...

اور خرابی اور نامرادی ہے اس شخص کے لیے جو جھوٹی باتیں اس لیے کہتا ہے، تاکہ لوگوں کو ہنسائے۔"

جمیل اور اس جیسے (جھوٹ بولنے والے) دوسرے لوگوں میں اگر تھوڑی سی بھی عقل ہو تو

وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے اچھے اور سچے انسان بن سکتے ہیں۔

فائقہ کی ہیل اور خوشبو

فوزیہ خلیل

فائقہ آج بہت خوش تھی۔ آج اس کے ہر دل عزیز چاچو، شارجہ سے آ رہے تھے۔ فائقہ اور اس کے سب بہن بھائیوں کی چاچو سے خوب دوستی تھی۔ چاچو، بچوں کے ساتھ کھیلتے بھی تھے اور کھیل ہی کھیل میں ان کو بہت سی کام کی باتیں بھی سکھا دیتے تھے۔ فائقہ نے اپنی امی کے ساتھ مل کر سارے گھر کی صفائی کی، گھر کا کونہ کونہ چمکایا۔ اب پورا گھر مہک رہا تھا، پھر سب نے اچھے صاف ستھرے کپڑے پہنے۔ امی نے بھی مزے مزے کے کھانے بنا لیے تھے۔ فائقہ نے سارے برتن دھو کر صاف کیے اور انھیں دستر خوان پر سجایا۔ چاچو، ایئر پورٹ سے گھر پہنچے تو سب سے مل کر بہت خوش ہوئے، وہ فائقہ اور اس کے بہن بھائیوں کے لیے کتابیں اور کھلونے لائے تھے۔

”چاچو! آپ کو کیسا لگا ہمارا گھر اور سب کچھ؟“ فائقہ نے پوچھا۔

”گھر بھی بہت پیارا ہے۔ کھانا بھی بہت مزے دار اور بچے بھی صاف ستھرے اور تمیز دار۔ بس! مجھے دو چیزیں کچھ خاص پسند نہیں آئیں۔“ چاچو بولے۔

”کک، کون سی دو چیزیں؟“ فائقہ کے بھائی فاخر نے حیران ہو کر پوچھا۔

”بھئی! ہم کو فائقہ بیٹی کے کپڑے تو بہت اچھے لگے، مگر ہم کو ہیل والی سینڈل پسند نہیں آئی۔“

”وہ کیوں چاچو؟ کیا آپ کو لال رنگ پسند نہیں ہے؟“

”نہیں بیٹی یہ بات نہیں ہے۔“ چاچو نے فائقہ کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔ ”آپ نے اتنی اونچی ایڑھی کی سینڈل کیوں پہن رکھی ہے؟“

”چاچو! مجھ کو اونچی ہیل بہت پسند ہے اور پھر اس طرح میں محفل میں بہت لمبی بھی دکھائی دیتی ہوں۔“

”بیٹی! لمبے اور چھوٹے قد سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھ ہی کو دیکھ لو۔ ہمیشہ سے میں اپنے دوستوں میں چھوٹے قد کا شمار ہوتا ہوں، مگر الحمدللہ! میں نے بہت اچھی زندگی گزاری۔ دنیا میں بہت عزت ملی اور میں اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ یہ دعا کرتا ہوں کہ آخرت میں بھی عزت والوں میں شمار فرمائے تو لمبا ہونا، چھوٹا ہونا، کالا یا گورا ہونا، یہ تو بے معنی سی باتیں ہیں۔“ فائقہ اور اس کے بہن بھائی بہت غور سے یہ گفتگو سن رہے تھے۔

”اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاؤں کی بناوٹ ایسی رکھی ہے کہ یہ پورے جسم کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اونچی ایڑھی پہننے سے جسم کا سارا بوجھ پورے پیر پر پھیلنے کے بجائے، صرف ایڑھیوں پر آجاتا ہے۔“ چاچو نے کہا۔

”یعنی ہیل جتنی لمبی ہوگی، ایڑھیوں پر اتنا ہی بوجھ پڑے گا؟“ فائقہ نے پوچھا۔

”ہاں، بیٹا! جتنی ہیل لمبی ہوگی، ایڑھیاں اتنا ہی زیادہ وزن محسوس کریں گی۔ ہیل پہننے سے ٹخنے آگے کی طرف مُڑ جاتے ہیں، جس سے ٹانگوں کے نچلے حصے میں خون کی روانی کم ہو جاتی ہے اور پنڈلیاں اکڑ جاتی ہیں۔“

”ایک تحقیق کے مطابق 1 اِنچ کی ہیل سے ایڑھیوں پر 22 فیصد اور 2 اِنچ کی ہیل پہننے سے 57 فیصد بوجھ پڑتا ہے۔“ چاچو بولے۔ یہ سن کر فاخر زور سے ہنسا اور بولا: ”فائقہ تو جب ہیل والا جوتا اتار بھی دیتی ہے، پھر بھی کافی دیر تک مشکل سے چلتی ہے۔“

”ہاں! ہیل والا جوتا اتارنے کے بہت دیر بعد تک بھی چلنے میں دشواری ہوتی ہے۔ دراصل! گھٹنے کی ہڈی میں جسم کا سب سے بڑا جوڑ ہوتا ہے اور ساتھ میں اونچی ہیل پہننے سے گھٹنے کے اندرونی حصے پر پریشر پڑتا ہے، جس سے جوڑ میں تیز توڑ پھوڑ ہو جاتی ہے اور چوں کہ اونچی ہیل کی سینڈل پہن کر چلتے وقت ریڑھ کی ہڈی کو زیادہ اندر کرنا پڑتا ہے، جس سے ریڑھ کی ہڈی اور پٹھوں پر بوجھ پڑتا ہے۔ کمر میں سوجن اور کھنچاؤ ہوتا ہے۔“ چاچو کہہ رہے تھے اور فائقہ بالکل چپ چاپ بیٹھی تھی، وہ کافی شرمندگی محسوس کر رہی تھی کہ اب تک ان باتوں سے لاعلم کیوں تھی۔ ”چاچو! آپ کہہ رہے تھے کہ آپ کو دو چیزیں پسند نہیں آئیں۔ ایک تو فائقہ کی ہیل تھی اور دوسری چیز کیا تھی؟“ فاخر نے ہنس کر پوچھا۔

”خوش بو...!“ چاچو بولے۔ ”خوش بو...! کیا مطلب...؟“

”میرا مطلب ہے ایئر فریشنر...! تم لوگ ایئر فریشنر بہت استعمال کرتے ہو، اس کا زیادہ استعمال کینسر کا باعث بنتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق، جن گھروں میں ایئر فریشنر کثرت سے استعمال ہوتا ہے، وہاں کینسر کا خطرہ بیس فیصد بڑھ جاتا ہے۔ یہ خواتین پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔“ چاچو نے کہا۔

فاخر نے مسکرا کر فائقہ کی طرف دیکھا تو فائقہ اسے گھور رہی تھی۔

”مجھے ایئر فریشنر کا کوئی شوق نہیں ہے۔ یہ بھی فائقہ ہی کا شوق ہے۔“ فاخر نے شرارت بھرے لہجے میں فائقہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”دیکھو، بچو! ایئر فریشنر کے بلاکس، جو خوش بو کے بخارات خارج کرتے ہیں، یہ کینسر کے خطرے کو بڑھا دیتے ہیں۔ ایئر فریشنر میں الکحل استعمال کی جاتی ہے۔ یہ خوش بو کو پھیلانے میں مدد کرتی ہے۔ اس میں شدید پریشر پیدا کرنے کے لیے ایک خاص قسم کی گیس بھی بھری جاتی ہے اور یہ وہی گیس ہے جو فریج اور اے۔ سی میں استعمال ہوتی ہے تو یہ دونوں ہی چیزیں انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہیں۔“ چاچو نے ایک نظر بچوں کی طرف ڈالی تو وہ دونوں ہی چپ چاپ بیٹھے ہوئے تھے۔ ”دیکھو، بچو! آپ دونوں ہی پڑھنے لکھنے والے بچے ہو۔ آپ دونوں کو یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ کیا چیز آپ کی صحت کے لیے فائدہ مند ہے اور کیا نقصان دہ ہے۔ کیوں... ٹھیک ہے نا...؟“

”جی، چاچو! بالکل ٹھیک...!“ فائقہ بولی اور پھر دونوں نے چاچو کو جزاک اللہ کہا، کیوں کہ امی کی طرف سے کھانا لگ جانے کی آواز آ گئی تھی۔

مچھلی جل کی رانی

سویرا فلک

ایک خوب گہرے اور وسیع و عریض سمندر میں مختلف آبی جانور رہتے تھے' جیسے مگر مچھ' کچھوا' آکٹوپس' سمندری گھوڑا اور مختلف اقسام کی چھوٹی بڑی خطرناک اور بے ضرر دونوں اقسام کی خوب ساری مچھلیاں۔ اسی سمندر میں ایک چھوٹی سی سنہری پہاڑی نما سمندری چٹان کے نیچے رنگ برنگی مچھلیوں کا ایک غول آیا تھا۔ اس غول میں جو ننھی منّی مچھلیاں تھیں' وہ روز شام کو سمندر کی سیر کو نکلتیں' آپس میں کھیلتی کودتیں اور پھر اپنے گھر واپس آجاتیں۔ ایک شام جب ننّھی مچھلیاں سیر کو نکلیں تو تھوڑی ہی دور جانے پر انھیں کوئی لمبی نوکیلی چیز تیرتی نظر آئی۔ "ارے ! یہ کیا ہے؟" ان سب میں سب سے بڑی سیاہ مچھلی نے حیرت سے تیرتی ہوئی چیز کو دیکھتے ہوئے کہا تو نارنجی مچھلی' جو ان سب میں سب سے ذہین تھی' چیختے ہوئے بولی۔ "ٹھہرو! اس کے نزدیک نہ جانا! یہ کانٹا ہے' جو انسان ہم مچھلیوں کو پکڑنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ میری استانی صاحبہ نے مجھے کتاب میں اس کی تصویر دکھائی تھی۔"

"اوہو! مگر کیوں؟ انسان ہمیں کیوں پکڑتے ہیں؟" سب میں ننّھی سنہری مچھلی سہمے ہوئے لہجے میں پوچھنے لگی تو نارنجی مچھلی نے کہا: "یہ تو مجھے نہیں معلوم۔" "اُف! پھر اب کیا ہم کھیل نہیں سکتے؟ ہمیں واپس جانا ہوگا کیا؟" شرارتی نیلی مچھلی کے لہجے میں افسردگی تھی۔ "ہاں! فی الحال ایسا کرنا ہی ٹھیک ہوگا۔" سیاہ مچھلی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو سب مچھلیوں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی: "ہاں! ہمیں گھر جانا چاہیے۔"

"کیوں نہ ہم شارک خالہ کے پاس چلیں...؟ ان کے گھر کے پاس جو بڑا سا لان ہے' وہاں کھیل لیں گے؟" نیلی مچھلی ابھی تک کھیلنے کے موڈ میں تھی۔ "نہیں' نہیں...شارک خالہ بہت غصّے والی ہیں۔ ہم ایسا کرتے ہیں ڈولفن خالہ کے پاس چلتے ہیں' وہ بہت اچھی باتیں کرتی ہیں۔" سنہری مچھلی نے کہا تو سب مچھلیوں نے اس کی تائید کی۔ "ہاں' ہاں' ڈولفن خالہ بہت خوش اخلاق ہیں۔ چلو! ان کے پاس چلتے ہیں۔" پھر سب مچھلیاں تیرتی ہوئی ڈولفن مچھلی کے پاس آگئیں۔ ڈولفن مچھلی نے مسکراتے ہوئے

سب کا استقبال کیا اور سب میں تازہ تیار کیا ہوا کیک بانٹا اور پھر سب کے سروں پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"میری پیاری ننّھی مچھلیو! یہ وقت تو تمہارا کھیلنے کا ہے نا... تم لوگ آج کھیلنے نہیں گئیں...؟" تب سیاہ مچھلی نے ڈولفن مچھلی کو پانی میں تیرتے ہوئے کانٹے کے بارے میں بتایا تو سب سے پہلے تو ڈولفن مچھلی نے ان سب کی عقل مندی سے کام لینے پر شاباشی دی اور پھر کہا: "پیاری ننّھی مچھلیو... ! یاد رکھنا کہ گھر، ہم سب کے لیے سب سے محفوظ جگہ ہوتی ہے۔"

"جی، ڈالفن خالہ! اسی لیے ہم سب واپس آ گئے، مگر اب ہم بور ہو رہے ہیں۔ مجھے تو انسانوں پر سخت غصّہ آ رہا ہے، آخر وہ ہمیں پکڑتے کیوں ہیں؟" نیلی مچھلی شرارتی تو تھی ہی، مگر ذہین بھی تھی، سو وہ اکثر بات کو صحیح سے سمجھنے کے لیے مختلف سوالات کیا کرتی تھی۔ ڈولفن خالہ جانتی تھی کہ ننّھے ذہنوں میں مچلتے سوالات کو ان کی سمجھ بوجھ کے مطابق تسلّی بخش جواب دینا بڑوں کا فرض ہوتا ہے، اس لیے انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا: "میری ننّھی مچھلیو! میں تمہارے سوالوں کا جواب تفصیل سے دیتی ہوں۔ دیکھو بچو! دراصل یہ قدرت کا بنایا ہوا قانون ہے کہ انسان اور چرند پرند ایک دوسرے کی بقا کا ذریعہ بنتے ہیں اور پودے اور مردار گوشت کھانے والے اس عمل کا خصوصی طور پر حصّہ ہوتے ہیں، کیوں کہ ایک تو اس عمل سے، ان کی خوراک کا مسئلہ حل ہوتا ہے تو دوسری جانب اس عمل سے وہ انسان، جانور اور پودے جو مردہ ہو کر سڑنے لگتے ہیں اور موحولیاتی آلودگی اور تعفّن کا باعث بنتے ہیں، بطورِ خوراک یا کھاد استعمال ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام عمل قدرت کے تحت ہوتا ہے اور اس کی کئی سائنسی وجوہات ہیں، جو اس عمل کو تفصیلی طور پر سمجھنے میں ہماری مدد کر سکتی ہیں، مگر ان باتوں کے لیے تم لوگ ابھی بہت چھوٹے ہو۔" ڈولفن خالہ نے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مگر خالہ! سمندر میں دیگر جانور بھی تو ہوتے ہیں۔ انسان صرف ہمارا شکار ہی کیوں کرتے ہیں؟" نیلی مچھلی کے لہجے میں خفگی تھی۔ "ایسا نہیں ہے ننّھی مچھلی! انسان مچھلیوں کے ساتھ ساتھ دیگر کئی آبی جانوروں کا شکار کرتے ہیں، جیسے جھینگا، کیکڑا یہاں تک کہ مگرمچھ کا بھی۔"

"تو کیا وہ مگرمچھ بھی کھاتے ہیں؟" ننّھی سرخ مچھلی بے حد حیرت زدہ تھی۔ "ارے نہیں میری پیاری گڑیا! دیکھو انسان جب کسی دوسرے جانور کا شکار کرتے ہیں تو ان کا مقصد صرف خوراک کا حصول نہیں ہوتا ہے۔ وہ جھینگا تو کھاتے ہیں مگر، مگرمچھ وغیرہ جیسے خطرناک جانوروں کو پکڑ کر ان پر تحقیق کرتے ہیں، اسی طرح وہ تمام طرح کی مچھلیاں نہیں کھاتے، بلکہ ان پر تحقیقی کام کرنے کے لیے ان کا شکار کرتے ہیں۔ تمھیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ شارک جیسی مچھلیاں تو خود انسان کا شکار کرتی ہیں۔ انسان سب سے زیادہ مچھلیوں کا شکار اس لیے کرتے ہیں کہ ہم مچھلیاں تمام آبی مخلوق میں سب سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلیوں میں "اومیگا تھری" اور "منیٹی ایسڈ" جیسے اجزا رکھے ہیں، جو انسانوں کی آنکھوں، بالوں، دل، دماغ غرض یہ کہ پورے جسم کے لیے انتہائی مفید ہے اور اللہ نے یہ اجزا صرف ہم مچھلیوں میں ہی رکھے ہیں اور ہمارا گوشت بھی سب سے زیادہ لذیذ اور زود ہضم ہوتا ہے۔" ڈولفن خالہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ڈولفن خالہ! میری امی بتاتی ہیں کہ ہم مچھلیوں سے حاصل کیا جانے والا تیل بھی انسانوں کے لیے بے حد مفید ہوتا ہے۔" سبز ننّھی مچھلی جو بہت دیر سے خاموش بیٹھی ہوئی تھی، بولی تو ڈولفن خالہ نے اسے گلے لگا لیا۔ "بالکل ایسا ہی ہے، اس لیے ہم سب کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ نے ہمیں اتنا مفید بنایا ہے۔"

"میرے خیال میں پھر شاعر نے وہ گیت ہمارے لیے لکھا ہے۔" سنہری مچھلی نے شرارتی لہجے میں سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو سب نے بیک آواز پوچھا: "کون سا گیت؟"

"ایسے نہیں! پہلے سب ہاتھ میں ہاتھ ڈالو۔" سنہری مچھلی نے ہاتھ آگے بڑھایا تو سب نے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام لیے، پھر سنہری مچھلی نے گانا شروع کیا:

مچھلی جل کی رانی ہے   جیون اس کا پانی ہے
ہاتھ لگاؤ تو ڈر جائے گی   باہر نکالو تو مر جائے گی
مچھلی جل کی رانی ہے   جیون اس کا پانی ہے

اب تمام مچھلیاں ڈولفن خالہ کے گرد چکر لگاتے ہوئے سُریلی آواز میں گیت گا رہی تھیں اور ڈولفن خالہ سب کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں: "ذہن کی گرہیں کھول دی جائیں تو دل یوں ہی صاف اور چہرے ہشّاش بشّاش ہو جایا کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت بارش کی صورت میں کیا برسائی کہ سمیر کے گھر کے آس پاس سے بادلوں کی گھن گرج کے ساتھ ساتھ ٹرٹرٹر کی آواز بھی آنے لگی۔ ”یہ آخر کس کی آواز ہے؟“ سمیر نے اپنی امی جان سے پوچھا۔ ”بیٹا! یہ مینڈک کی آواز ہے۔ شدید گرمیوں میں یہ مینڈک زمین کے اندر چھپے رہتے ہیں۔ جونہی بارش ہوتی ہے‘ یہ باہر آجاتے ہیں۔“ ”امی جان! مینڈک اتنی زور سے ٹرٹرٹر کیوں کرتے ہیں؟“

”بیٹا! انھیں اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ یہ چڑیا کی چُوں چُوں کی طرح ٹرٹرٹر کر کے اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں۔“ سمیر اور فہد ہنسنے لگے۔

امی یہ کہہ کر باورچی خانے میں لوکی گوشت پکانے چلی گئیں۔ فہد اور سمیر نے منہ بنایا۔ ”بھلا لوکی گوشت بھی کوئی کھاتا ہے؟“

”بری بات...! ہمارے پیارے نبی ﷺ کو لوکی گوشت بہت پسند تھا۔ اس کو شوق سے کھانا سنت ہے۔“ امی نے باورچی خانے سے زور سے کہا۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی‘ ٹھک ٹھک ٹھک۔ سمیر نے جیسے ہی دروازہ کھولا تو ایک بڑا سا مینڈک سامنے کھڑا تھا۔ سمیر نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ”کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہے ہو؟“ مینڈک مسکرایا اور اس نے اپنی سرخ سرخ اور گول مٹول آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھا‘ پھر بولا۔ ”ٹرٹرٹر...میں مینڈک راجہ ہوں۔ اندر نہیں بلاؤ گے...؟ گھر آئے مہمان کے ساتھ یہ برتاؤ کچھ اچھا نہیں دوست!“ یہ سن کر سمیر شرمندہ ہوا‘ اس نے اندر آنے کے لیے مینڈک راجہ کو جگہ دی۔ سمیر نے دیکھا کہ اس کا رنگ ہرا اور کہیں کہیں سے بھورا ہے‘ اس کے جسم پر کالے اور کتھئی رنگ کے دھبے بھی ہیں۔ پتلی اور لمبی ٹانگوں والا مینڈک آرام سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ فہد سہا ہوا مینڈک راجہ کو دیکھ رہا تھا۔ مینڈک نے ان کو خوف محسوس ہوتا دیکھ کر کہا: ”ٹرٹرٹر...ڈرو مت! ہم دوستوں کے دوست ہوتے ہیں۔ ہم سے بچے بہت کھیلتے ہیں۔ پھُدک پھُدک کر ہماری طرح اچھلتے ہیں۔“ فہد اور سمیر مینڈک راجہ کی بات سن کر ہنسنے لگے۔ واقعی! جب وہ بہت چھوٹے تھے تو انھیں مینڈک کا نام بھی نہیں معلوم تھا‘ مگر وہ جب کبھی تالاب جاتے تو مینڈک کوں

ڈاکٹر الماس روحی

مینڈک راجہ

سے ضرور کھیلتے اور ان کی طرح اُچھل اُچھل کر چلتے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں مینڈک راجہ سے سمیر اور فہد کی دوستی ہو چکی تھی۔ مینڈک راجہ نے کہا: ''ٹرٹرٹر... میں بہت پیاسا ہوں۔ کیا تم پانی نہیں پلاؤ گے؟'' فہد جلدی سے فریج میں سے کولڈ رنک لے آیا۔ مینڈک راجہ نے ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کے مزے سے کولڈ رنک پی اور فہد کا شکریہ ادا کیا۔ دونوں بھائی مہذّب مینڈک کے آداب دیکھ کر حیران تھے۔

فہد نے پوچھا: ''مینڈک راجہ! آپ کہاں سے آئے ہیں؟''

''ٹرٹرٹر... ہم دریاؤں، تالابوں اور جھیلوں میں رہتے ہیں۔ ہمیں ساحلوں کے کنارے گیلی مٹی میں کھیلنا بہت اچھا لگتا ہے۔ کل ہمارا سالانہ جشن ہے، جس میں ہم نے رانی مچھلی کو مدعو کیا ہے، جو رنگ برنگی چھوٹی بڑی تمام مچھلیوں کے ساتھ اس پارٹی میں شرکت کریں گی، اس معاہدے کی خوشی میں اب ہم مچھلیاں نہیں کھائیں گے اور نہ ہی انھیں نقصان پہنچائیں گے۔ سمیر اور فہد! آپ دونوں بھی ہمارے دوست ہیں۔ آپ دونوں کا آنا ہمارے لیے نہایت خوشی کا باعث بنے گا، ویسے بھی بچے مچھلیاں بہت شوق سے دیکھتے ہیں۔'' یہ کہہ کر مینڈک راجہ واپس چلا گیا۔

دوسرے روز فہد اور وسیم نے خوب اچھے کپڑے پہنے اور تیار ہو کر تالاب کی طرف گئے، جہاں کا سماں نرالا تھا۔ چاروں طرف ٹرٹرٹر کرتے مینڈک ہی مینڈک تھے۔ چوڑے منہ والے، سینگوں والے، زہر ملے پیلے مینڈک، کچھ درختوں پر رہنے والے اور تھے، کچھ جنوبی امریکا کے ٹھنڈے جنگلات سے آئے تھے۔ انھوں نے سمیر اور فہد کو بتایا کہ وہ اپنے پنجوں سے سُرنگ تک کھود لیتے ہیں، ان کی جِلد اتنی صاف شفّاف تھی کہ ان کے اندر کا سارا اعضلاتی نظام نظر آرہا تھا۔ مینڈک راجہ خوشی خوشی فہد اور سمیر کو سب مینڈکوں سے ملوا رہا تھا۔ کچھ مینڈک برازیل سے آئے ہوئے تھے، جو ٹرٹرٹر کرنے کے ساتھ ساتھ کتّوں کی طرح بھونکتے اور کاٹتے بھی تھے اور یہ بھی بتایا کہ ہماری انگلیوں سے ایک چپکنے والا مادّہ خارج ہوتا ہے، جس کی مدد سے ہم درختوں پر جم کر بیٹھ جاتے ہیں اور چھلانگیں لگاتے پھِرتے ہیں، ان مینڈکوں کی کھال چکنی اور چمڑے کی طرح سخت تھی۔ مینڈک راجہ نے پُھرتیلے مینڈکوں کو انعامات دیے۔

انعامات دینے کے بعد مینڈک راجہ نے بتایا کہ ہم ریڑھ کی ہڈّی والے جانوروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ہم خشکی وتری دونوں میں رہ سکتے ہیں۔ ہمیں ''جل تھلیاں'' بھی کہتے ہیں۔ ہم صرف سانپ سے ڈرتے ہیں، کیوں کہ وہ مزے مزے سے ہمیں کھا جاتا ہے۔ سنہری چتّیوں والے مینڈک نے تقریر کی۔ فہد اور سمیر نے دیکھا کہ مینڈک اس دعوت میں مکھیاں کچھوے، گھونگے، جونک اور آبی پودے شوق سے کھا رہے تھے اور انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ مینڈک کی زبان جبڑے سے آگے کی طرف نکلی ہوتی ہے۔ اس کی زبان کافی لمبی ہوتی ہے۔ سارے مینڈک اپنی زبانوں کو بار بار نکال رہے تھے۔ مینڈک راجہ نے سمیر کو بتایا: ''ٹرٹرٹر... ہماری زبان میں خاص قسم کی چپک ہونے کی وجہ سے ہم کیڑے مکوڑے آسانی سے پکڑ سکتے ہیں، جس طرح انسان آنکھیں جھپکتے ہیں، اسی طرح ہم بار بار زبان نکالتے ہیں۔''

فہد اور سمیر نے تالاب میں جھانک کر دیکھا تو انھیں رنگ برنگی چھوٹی بڑی مچھلیاں تیرتی نظر آئیں، یہاں تک کہ ''بھلّن'' (یا انڈس ڈولفن) مچھلی بھی دریائے سندھ سے مینڈک راجہ کی دعوت میں آئی تھی اور بھی طرح طرح کے تماشے دِکھا رہی تھیں۔ اس کی آواز سیٹی کی طرح ''ٹور... ٹور'' جیسی نکل رہی تھی۔ فہد اور سمیر کے لیے جب مینڈک تھال میں کھانا لائے تو ان دونوں کی چیخیں نکل گئیں۔ یہ جونک کا سالن تھا اور آبی پودوں کی بھجیا تھی۔ اتنے میں امی نے زور زور سے دونوں کو جھنجھوڑا: ''اٹھو، بچو! ہاتھ منہ دھو لو۔ کھانا کھا لو آکر جلدی سے، پھر ظہر کی نماز کا وقت ہو جائے گا۔'' سمیر اور فہد نے آنکھیں کھولیں تو سمیر نے سوچا کہ شکر ہے یہ خواب تھا۔ وہ دونوں کھانا کھانے لگے۔ آج دونوں کو امی کے ہاتھ کا لوکی گوشت بہت مزے کا لگ رہا تھا۔

گھن گرج... زوروں کے ساتھ	کیچوا... آبی کیڑا	آداب... طور طریقے	نرالا... انوکھا
خارج... نکلنا	مہذّب... تربیت یافتہ	مدعو... بلایا	سماں... منظر
امریکا/برازیل... ملکوں کے نام	سرنگ... سوراخ	آبی پودے... دریائی پودے	چتّیاں... دھبّے
جونک... سمندری کیڑا			

شکر کی حقیقت

اللہ کی طرف سے جو نعمتیں آدمی کو ملے تو ان پر رب کی تعریف کرنا شکر کہلاتا ہے، جو جتنا نعمت پر شکر کرے گا' اللہ کے ہاں اتنا ہی اس کا درجہ بڑھے گا' لیکن بعض اوقات چھوٹی چھوٹی تکالیف کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس کے بدلے اللہ نے جو ہم پر احسانات کیے ہیں' اس کو بھی بھول جاتے ہیں۔ بعض اوقات اللہ کی طرف سے جب ہمیں کوئی نعمت ملتی ہے تو ہم اس سے بھر پور فائدہ تو اٹھاتے ہیں' لیکن اس پر شکر ادا کرنا بھول جاتے ہیں' جب کہ اللہ نے فرمایا: ''جتنا شکر کرو گے' میں اتنا ہی اضافہ کروں گا۔'' ہمارے علمائے کرام اس کی بڑی اچھی مثال دیتے ہیں کہ ''جب کسی انسان کو اس کے ہاتھ پر چوٹ لگ جاتی ہے تو وہ دوسرے ہاتھ کے صحیح ہونے پر شکر ادا کرے کہ اللہ نے ہمارا دوسرا ہاتھ سلامت رکھا ہوا ہے کہ ہم اس سے کھا سکتے ہیں اور پی سکتے ہیں... خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

مرسلہ: زُہیر جان، متعلّم جامعہ بیت السلام

شفا من جانب اللہ

ایک رات ڈاکٹر اشرف کو سینے میں چبھن سی محسوس ہوئی۔ کچھ دن تو انھوں نے اس درد کو زیادہ اہمیت نہ دی' لیکن جب تکلیف بڑھ گئی تو انھوں نے کچھ ٹیسٹ کروائے' جس میں ان کو یہ خبر ملی کہ وہ چیسٹ کینسر کا شکار ہو گئے ہیں۔ پہلے تو وہ بہت پریشان ہوئے' ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔ وہ بہت بڑے بڑے ڈاکٹروں کے پاس گئے' لیکن کچھ اثر نہیں ہوا' بلکہ تکلیف اور بڑھتی چلی گئی۔ ڈاکٹروں نے ان کو جواب دے دیا تھا۔ موت ان کو سامنے نظر آ رہی تھی۔ اب انھوں نے لوگوں کی خدمت کو اپنا شیوہ بنا لیا تھا۔ ایک دن ان کو ایک بابا جی ملے' جو دیکھنے میں انتہائی ضعیف تھے۔ انھوں نے ڈاکٹر اشرف سے کہا: ''مایوس ہونے کی ضرورت نہیں' قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور شفا ہے۔ اگر وہ سورہ رحمٰن دن میں تین مرتبہ بلند آواز میں سنیں تو انھیں اللہ کے حکم سے ان شاء اللہ شفا حاصل ہو گی۔ ایک ڈاکٹر ہونے کے ناطے' انھیں اس بات پر یقین نہیں آیا' لیکن ان کے اندر کے مسلمان نے انھیں اس پر عمل کرنے کے لیے اکسایا۔ کچھ عرصے بعد وہ بالکل صحت یاب ہو گئے اور انھوں نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے دو رکعت نفل شکرانے کے پڑھے۔ اس دن کے بعد سے وہ اپنے مریضوں کو دوائی کے ساتھ ساتھ سورۂ رحمٰن کی بھی تلاوت سننے کی ہدایت دیتے ہیں' کیوں کہ قرآن پاک میں شفا من جانب اللہ ہے۔

مرسلہ: انشراح سلیم' کراچی

جدائی کے آنسو

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' ! کیا حال ہے دوست؟ کیسا رہا یہ حج کا مبارک سفر اور یہ دن و لمحات...؟؟'' خزیمہ عمیر کے گھر کی بیٹھک میں داخل ہوتے ہوئے گویا ہوا۔ ''الحمد للہ! اللہ کا شکر ہے۔ ہمہ وقت نیکیوں میں گزرا۔'' عمیر خوش ہوتے ہوئے بولا۔

''ہمیں بھی یاد کیا آپ نے اس سفر میں؟'' خزیمہ نے پوچھا۔ ''ہاں یار' تم جیسے دوست تو ہر دعا میں میرے ساتھ رہے۔'' عمیر اب تو خوشی سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ ''کہیں بھولے تو نہیں؟'' خزیمہ بھی جیسے پیچھے پڑ گیا۔ ''تمھیں تو بھولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' عمیر بھی کہاں ہار ماننے والا تھا۔

''چلو یار چھوڑو اس بھولنے کو' یہ مبارک سفر نامہ تو کچھ سناؤ۔'' خزیمہ نے ایک بار پھر عمیر کو بولنے پر مجبور کیا۔

عمیر نے ''الف'' سے لے کر ''یا'' تک پوری آپ بیتی سنا ڈالی۔ آخر میں کہا کہ ''یار میں جب آخری بار کعبہ کو دیکھ رہا تھا تو ایسا لگ رہا تھا کہ گویا میری روح ہی کھینچ لی گئی ہے۔'' بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہ یہ بتا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ خزیمہ اس کو تسلی دیتے ہوئے خود بھی رو پڑا اور پھر دونوں کافی دیر تک مسلسل روتے رہے۔

مرسلہ: محمد عثمان ساجد

اُمِ مصطفیٰ

گڈو میاں نے کھیلی کرکٹ

"آہاہا! یہاں تو کرکٹ کھیلی جا رہی ہے۔" گڈو میاں کیلے خرید کر گلی کے نکڑ پر پہنچے تو محلے کے چند لڑکے کرکٹ کھیل رہے تھے۔ "سنو! نعیم' امین... مجھے بھی کرکٹ کھلاؤ۔" گڈو بولا۔ "نہیں! ہمارا کھیل شروع ہو چکا ہے۔ ہم نہیں کھلا سکتے۔" نعیم نے جواب دیا۔

"دیکھو! اگر تم مجھے تھوڑی بیٹنگ کرنے دو تو' تو..." گڈو نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ "تو' تو... کیا؟" امین بولا۔

"تو میں تم سب کو کیلے کھلاؤں گا۔" گڈو چہک کر بولا۔ کیلے کا لالچ کام کر گیا۔

چھکا... گیند اسلم انکل کے صحن میں چلی گئی۔ بڑی مشکلوں سے انکل کی منت سماجت کر کے واپس ملی۔ "دیکھو گڈو! آہستہ کھیلو' ورنہ بھاگو یہاں سے۔" نعیم غصے سے بولا۔

"ٹھیک ہے! اب آہستہ کھیلوں گا۔" گڈو بلا گھماتے ہوئے بولا۔

"آؤٹ!!" اصغر جھومتے ہوئے بولا۔ مگر یہ کیا؟؟ گڈو میاں تو کیلے کی تھیلی لیے بھاگ کھڑے ہوئے۔ سارے ہی لڑکے گیند بلا چھوڑ کر گڈو میاں کو پکڑنے دوڑے۔

"ارے' ارے' پکڑو اسے! اتنی بیٹنگ کر لی اور کیلے کھلائے بغیر ہی بھاگ رہا ہے۔" امین دوڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"امی! امی! جلدی دروازہ کھولیں۔" گڈو میاں چلائے۔ "ہائے' ہائے! کیا شیر پیچھے لگ گیا ہے' جو اتنا شور مچا رہے ہو۔" امی نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ مگر گڈو جواب دیے بنا گھر کا دروازہ مضبوطی سے بند کرنے لگے کہ اتنے میں دروازے پر شور سنائی دینے لگا۔ "کیا کر کے آئے ہو؟ جلدی بتاؤ!" امی غصے سے گھورتے ہوئے بولیں۔

"وہ' وہ... امی' کرکٹ... کیلے!!" گڈو میاں پریشان ہو رہے تھے۔ جھوٹ تو وہ بول نہیں سکتے تھے' کیوں کہ جھوٹ بولنا بری بات ہے۔

امی نے جھٹ سے دروازہ کھولا اور نعیم نے گڈو کی امی کو ساری بات بتا دی۔ امی نے کیلے کی تھیلی گڈو کے ہاتھ سے لی اور تمام بچوں میں تقسیم کر دیے۔

"یہ گڈو کی وعدہ خلافی کی سزا ہے کہ اب ان کو ایک کیلا بھی نہیں ملے گا۔" امی نے گڈو کو سزا سناتے ہوئے کہا۔ یہ سن کر گڈو میاں بُرے بُرے منہ بنانے لگے' کیوں کہ گڈو میاں دو گلی چھوڑ کر اپنے لیے کیلے خرید کر لائے تھے' مگر ہائے رے کرکٹ! سارے کیلے یہ لڑکے لے اُڑے اور اب گڈو میاں کے لیے امی کی ڈانٹ ہی باقی بچی تھی۔

گڈو میاں کی گاڑی

"ارے، واہ! گڈو... اتنی پیاری گاڑی! کہاں سے آئی؟" پپو نے اشتیاق سے پوچھا۔ "امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہونے پر ماموں جی نے تحفے میں دی ہے یہ سرخ گاڑی۔" گڈو میاں خوشی سے بولے۔

"کیا یہ گاڑی مجھے چلانے دو گے؟" پپو نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔ گڈو میاں سوچ میں پڑ گئے۔ پہلے سوچا منع کر دیں، مگر پھر امی جی کی بات یاد آئی کہ "مل جُل کر کھیلنے والے بچوں سے اور اپنی پسندیدہ چیز اپنے دوستوں کے ساتھ شیئر کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں... تم بھی چلا سکتے ہو اس گاڑی کو۔ تم تو میرے پیارے دوست ہو۔" گڈو میاں بولے۔

"جزاک اللہ! گڈو تم بہت اچھے ہو۔" پپو خوشی سے بولا۔

"ارے واہ! گڈو اور پپو گاڑی کی سیر کر رہے ہیں اور وہ بھی باری باری...!" ابو جی نے پیار سے کہا۔

"جی، ابو جی! مل کر کھیلنے میں زیادہ مزہ آتا ہے۔ اکیلے اکیلے کھیل کر تو میں بور ہو گیا تھا اور ابو جی! ابھی ہم نے ریس کی تھی۔ میں پپو سے جیت گیا تھا۔ اب ہم دوسری ریس کر رہے ہیں۔" گڈو میاں اپنے کھیل کی روداد ابو جی کو سنانے لگے اور ابو جی دل ہی دل میں گڈو میاں کی مل جُل کر کھیلنے کی عادت سے خوش ہونے لگے کہ ہر کوئی تو اتنے مہنگے کھلونے نہیں خرید سکتا نا... گڈو میاں نے واقعی ایک نیکی کی اور اللہ تعالیٰ کو راضی کیا۔

ماہنامہ فہم دین
اپریل کے نئے سوالات

سوال نمبر 1 : "اماں جان! اگر امیر المؤمنین ہمیں نہیں دیکھ رہے تو اُن کا رب تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔" یہ جملہ کس نے کہا اور کیوں کہا؟

سوال نمبر 2 : بوڑھی عورت کا نبی کریم ﷺ پر کچرا پھینکنے والا واقعہ درست ہے یا نہیں؟

سوال نمبر 3 : قرآن پاک پڑھنے میں مشقت اُٹھانے پر کیا اجر ملتا ہے؟

سوال نمبر 4 : بھالو کو کیا پسند تھا؟

سوال نمبر 5 : گلہری کس کی باتوں میں آئی؟

پیارے بچو
کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسلمان کی شان کیا ہے؟

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان سلامت رہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اچھے مسلمان اور اچھے بچے کی شان یہ بتائی ہے کہ اس کے ہاتھ سے اور اس کی زبان سے کسی دوسرے مسلمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ وہ نہ تو مذاق مذاق میں کسی کی کوئی چیز چھپاتا ہے اور نہ ہی مذاق اُڑا کر کسی کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

پیارے بچو! دین صرف عبادات کا نام نہیں، بلکہ ان پیارے اخلاق کا بھی مجموعہ ہے۔ اس لیے ہمیں عبادات کے ذریعے اللہ کو راضی کرنا ہے تو ان پیارے اخلاق کے ذریعے انسانوں کے دِل موہنے کی بھی پوری کوشش کرنی ہے۔

تو کرتے ہیں نا پیارے بچے وعدہ کہ وہ اپنے ہاتھ اور زبان سے نہ اپنے بہن بھائیوں کو تکلیف دیں گے اور نہ ہی اپنے دوستوں کو اور نہ ہی اپنے والدین اور اساتذہ کو

فروری کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1 : پنکھ

سوال نمبر 2 : جب دِل میں اپنی بڑائی اور دوسروں کی تحقیر ہو۔

سوال نمبر 3 : خود سادہ کھا کر دوسروں کی مدد کرتی تھیں۔

سوال نمبر 4 : ہماری وہ دُعا قبول نہیں ہوتی، جو ہم نے مانگی نہیں، بلکہ کہی ہوتی ہے۔

سوال نمبر 5 : حضرت مالک بن دینارؒ

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہم دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

فروری کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1... عاکفہ عروب، ششم، چکوال

2... محمد زر، حفظ، اساس، کراچی

3... اسامہ عمر، حفظ، جامعہ بیت السلام تلہ گنگ

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہم دین مبارک ہو۔

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں، ان کے جوابات ایک شمارہ چھوڑ کر اگلے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے، تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کے جوابات وصول ہو سکیں، پھر درست جواب دینے والوں کے نام بھی بتائیں گے اور اوّل، دوم، سوم کے لیے انعامات کا بھی۔

درست جوابات دینے والے دیگر شُرکاء کے نام

- فیصل حسین، نہم، 13 سال، جامعہ بیت السلام تلہ گنگ
- جویریہ زر، ششم، 12 سال، کراچی
- محمد عمار، دہم، جامعہ بیت السلام تلہ گنگ
- محمد عثمان فاروق، لیول ٹو، جامعہ بیت السلام تلہ گنگ
- سلیم اللہ لقمان، رابعہ، جامعہ فاروقیہ کراچی
- جہانزیب، رابعہ، جامعہ فاروقیہ کراچی

بچوں کے فن پارے

حسن نجیب، لیول ٹو، 11 سال، کراچی

طیّب حسن، پنجم، دس سال، تلہ گنگ

محمد ابو بکر، حفظ، 10 سال، کراچی

عفرا نور، کے جی ٹو، 5 سال، کراچی

حنظلہ خالد، 7 سال، کراچی

محمد بلال، نرسری، 4 سال، کراچی پبلک اسکول

حمنہ سرفراز، سوئم، 9 سال، کراچی

اُمید کا دیا

جوہر عباد

سچ بولنے والا کبھی جھوٹا نہیں ہوتا
بولے گا جھوٹ وہ ہی جو سچا نہیں ہوتا

کر کے بھلائی مانگو فقط رب سے ہی صلہ
نیکی کے کاموں کا کوئی چرچا نہیں ہوتا

ہر ایک کو لازم ہے کہ اخلاق سنوارے
اِس میں تو کسی کا کوئی خرچہ نہیں ہوتا

اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا
ہو جاتا ہے اکثر وہ، جو سوچا نہیں ہوتا

شب دیر سے سونا صبح تاخیر سے اُٹھنا
کہتے ہیں بڑے بوڑھے کہ اچھا نہیں ہوتا

اللہ نے خیر ڈال دی رزقِ حلال میں
اِس کا کوئی سکّہ کھوٹا نہیں ہوتا

حق بولنا بھی پڑتا ہے مہنگا کبھی کیوں کہ
ہوتی بات سچی پر موقع نہیں ہوتا

ڈرتے ہیں وہی کرتے ہیں جو ہیرا پھیریاں
روشن ضمیر ہو تو پھر دھڑکا نہیں ہوتا

ہر کام میں پوشیدہ ہے اللہ کی مصلحت
سوچو نہیں اے کاش یہ ہوتا، نہیں ہوتا

ناراضی آپس میں نہ پروان چڑھاؤ
کیوں کہ جو مان جائے، وہ روٹھا نہیں ہوتا

شیطان ڈالتا ہے اُن کے دل میں وسوسے
جن کو بھی اپنے رب پہ بھروسہ نہیں ہوتا

بڑھتی نجانے کتنی مایوسی کی تیرگی
اُمید کا دیا اگر جلتا نہیں ہوتا

رہتے ہیں جو راضی سدا، اللہ کی رضا میں
دل اُن کا ٹوٹ کر بھی شکستہ نہیں ہوتا

ہو جہدِ مسلسل تو لہلہاتی ہیں فصلیں

بنجر زمین پر کوئی سبزہ نہیں ہوتا
کرتا رہے جو ذکرِ خدا، ذکرِ محمد ﷺ
اُس دل پہ شیطان کا قبضہ نہیں ہوتا
آخر کو مل کے رہتا ہے برداشت کا صلہ
جوہرؔ صبر کا پھل کبھی کڑوا نہیں ہوتا

مچھر نامہ

ارسلان اللہ خان

مچھروں نے کاٹ کھایا ہے مجھے، کیا کہوں کتنا ستایا ہے مجھے
تلخیاں جس کی ددوڑے بن گئیں زخم وہ گہرا لگایا ہے مجھے
رات کو پَل بھر نہ آئی مجھ کو نیند دیکھیے کیسے جگایا ہے مجھے
اِن سے بچنے کی کرو تدبیر تم میری امی نے بتایا ہے مجھے
کُھجلی کر ڈالی ہے سارے جسم میں ناچ تِگنی کا نچایا ہے مجھے
خون چوسا ہے مرا تسکین سے سوتے سوتے یوں اُٹھایا ہے مجھے
دیکھیے ان مچھروں کے بخت کو کیسے کم بختوں نے پایا ہے مجھے
کَل ہی لاؤں گا کوائل دو عدد دوستو! اب جوش آیا ہے مجھے
گُھس کے ساری رات میرے کان میں راگ بے ہنگم سنایا ہے مجھے
ہوگیا بے بس میں ان کے سامنے مچھروں نے یوں جلایا ہے مجھے
جنگ میری مچھروں سے ہوگئی یہ کہاں پر وقت لایا ہے مجھے
ارسلاںؔ مچھر ہی وہ عفریت ہے جس نے اتنا آزمایا ہے مجھے

گلدستہ

حمدِ باری تعالیٰ

زمینِ لب کشائی کو فرازِ آسماں کر دے
الٰہی لائقِ حرف سا میری زباں کر دے
تُو چاہے تو سمودے دریا کو قطرے میں
جو تُو چاہے تو ایک قطرے کو بحرِ بے کراں کر دے
کرشمہ ہے یہ تیری قبضۂ قدرت کا ادنیٰ سا
صدی کو پل، نہیں کو ہاں، خموشی کو اَذاں کر دے
عجب ہے ذکرِ خالق بھی اگر ٹھہرے کرم فرما
نفس کی آمد و شد میں اُجالوں کو رواں کر دے
علم ٹھہرے جہاں میں دو جہاں کی سرفرازی کا
وہ سر جس پر تُو اپنی رحمتوں کو سائباں کر دے
سوا ہے پھر تمنّائے طوافِ خانۂ کعبہ
قمرؔ پر پھر کرم اے خالقِ کون و مکاں کر دے

قمرؔ وارثی

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ہوئی ہے ترک جب سے پیروی شاہِؐ رسولاں کی
بہت نزدیک ہوکر دور ہے منزل مسلماں کی
کسی پر طنز کرنا سیرتِ سرورؐ نہیں لوگو
ہر اِک کو فکر کرنا چاہیے اپنے گریباں کی
ابھی آئے نہ تھے، چرچا تھا لیکن اُنؐ کی آمد کا
کِرن پہلے نکل آئی تھی باہر مہرِ تاباں کی
گُلوں سے بھر لیا دامن کو اپنے خار زاروں نے
بدل دی آپؐ کے قدموں نے فطرت ہی بیاباں کی
تقدّس میں فرشتوں سے سِوا ہے آدمِ خاکی
کرم نے آپؐ کے عظمت بڑھا دی نوعِ انساں کی
شفیعِ حشر تک میں حشر میں اعجازؔ جا پہنچا
بڑی ہی سخت منزل تھی، جو میرے ربّ نے آساں کی

اعجازؔ رحمانی

فطری تقسیم

مرد اور عورت انسانی گاڑی کے دو پہیے ہیں، اگر گاڑی کے دونوں پہیے ایک ہی سمت میں جوڑ دیے جائیں تو گاڑی کیسے چلے گی...؟ مرد اور عورت کے دائرہ کار میں قدرت نے فطری تقسیم رکھی ہے۔ دونوں کے لیے الگ الگ میدانِ عمل تجویز کیا ہے، دونوں کی جسمانی ساخت سے لے کر احساسات وجذبات تک میں تفاوت رکھا ہے اور ہر ایک کی صلاحیت اور فطری استعداد کے مطابق اس کے ذمہ فرائض عاید کیے گئے ہیں۔ اگر اس فطری اصول سے انحراف کیا جائے گا تو نہ صرف تدبیرِ منزل کی گاڑی جام ہو جائے گی، بلکہ ہر شعبۂ زندگی میں ابتری وبدنظمی پھیل جائے گی، جس کا مشاہدہ آج کھلی آنکھوں کیا جاسکتا ہے، یہاں اس سے بحث نہیں کہ عورتوں کو گھر سے باہر کام کاج کی کہاں تک اجازت ہے اور یہ کہ اس کی کیا حدود ہیں۔ یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ کام کاج کے لیے عورت کا گھر سے باہر نکلنا ایک ناگزیر ضرورت اور ایک مجبوری تو ہو سکتی ہے، لیکن اسے کسی طرح بھی لائقِ فخر روایت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اللہ نے اسے فطرتاً ''کسبِ معاش'' کے لیے نہیں، بلکہ ''انسانیت سازی'' کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔

(اربابِ اقتدار سے کھری کھری باتیں، مولانا یوسف لدھیانویؒ، صفحہ: 127)

ٹھوکر والی گیند

فرمایا: جگر مرادآبادی کا ایک شعر ہے اور بہت ہی اچھا شعر ہے:

سر جس پر نہ جھک جائے، اسے دَر نہیں کہتے
اور ہر دَر پر جو جھک جائے، اسے سر نہیں کہتے

کیا اچھی بات کہی مرادآبادی نے کہ سر وہی ہوگا جو ایک ہی کے آگے جھکے اور ہر در پر جو جھکے وہ سر نہیں، وہ تو گیند ہے، ٹھوکر ماری یہاں جھک گیا، ٹھوکر ماری وہاں جھک گیا تو کیا مسلمان ٹھوکروں والی گیند بننے کے لیے آیا ہے؟ جہاں اس کو ٹھوکر دے دی، وہاں جا کر پڑا، وہ تو ایک آقا کا غلام ہے اور پھر خود سب کے اوپر مخدوم اور آقا ہے۔ اب اللہ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو معبود بنا لینا، یہ رحمان کے بندوں کا کام نہیں، یہ تو شیطان کے بندوں کا کام ہے۔

(ملفوظاتِ حکیم الاسلام، ص: 133)

حکایات وشکایات سے احتراز

آج کل پروپیگنڈے کا دور ہے۔ پروپیگنڈے کے کرشمہ سے رائی کو پربت اور تنکے کو شہتیر بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ غلط افواہیں اور جھوٹی خبریں پھیلا کر ایک دوسرے کے درمیان منافرت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے' جو شخص اس فتنے سے محفوظ رہنا چاہتا ہے' اس کے لیے ضروری ہے کہ جب تک کسی حکایت و شکایت کے صحیح ہونے کا پورا وُثوق نہ ہو جائے' اس وقت تک اس پر کان نہ دھرے' نہ اس پر کوئی کاروائی کرے۔ امیر المومنین سیّدنا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے لوگوں نے شکایت کی کہ "ابنِ ملجم آپ کے قتل کا منصوبہ بنا رہا ہے اور قتل کی دھمکیاں دیتا ہے۔ آپ اسے قتل کروادیجیے۔" تو آپؓ نے فرمایا: "کیا میں اپنے قاتل کو قتل کردوں؟" یعنی میں قاتل بن جاؤں؟ اس طرح' اس قسم کی حکایات و شکایات کو نقل کرنا بھی اُمت کو فتنے میں ڈالنا ہے۔ حضور ﷺ نے اُمت کو اِسی قسم کے فتنوں کے بارے میں ہدایت فرمائی تھی' جو سنن ابوداوٗد میں ہے کہ سَتَكُونُ فِتَنٌ، اَلْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ، وَالْمَاشِيْ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ "بہت سے فتنے ایسے ہوں گے کہ ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا' کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔" ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیے کہ میرے کسی قول و عمل سے امت کے درمیان افتراق کی خلیج وسیع نہ ہو... نیز! اہلِ حق کو اس بات سے چوکنّا رہنا چاہیے کہ اہلِ باطل ان کے درمیان اختلاف کو ہوا دے کر اپنا اُلّو سیدھا نہ کرسکیں۔ جب اہلِ حق آپس ہی میں لڑنے لگتے ہیں تو اہلِ باطل کے لیے میدان صاف ہو جاتا ہے' اس لیے اہلِ حق کو اہلِ باطل کے ہاتھوں کا کھلونا نہیں بننا چاہیے کہ جوش میں اپنوں ہی کو بدنام کرنے لگیں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں میں سب سے بڑا مرض یہی ہے کہ اپنوں سے بدگمانی رکھیں گے اور حق تعالیٰ کے نام پر اہلِ حق سے لڑیں گے' لیکن اہلِ باطل کے ساتھ مُسامحت اور رواداری برتی جائے گی۔ اللہ پاک اپنا فضل فرمائے۔ آمین!

(دورِ حاضر کے فتنے اور اُن کا علاج' حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ' ص: 64-65)

اصلاحِ باطن

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور تمام اسلافِ امت کا یہ ہمیشہ معمول رہا ہے کہ اپنے عیوبِ نفس سے باخبر رہتے اور ان کا علاج کرنے سے کبھی غفلت نہ برتتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس غیر ملکی سُفراء آئے' ان کی وجہ سے مجلس کو آراستہ کیا گیا۔ دربار سے فارغ ہوتے ہی ایک مشکیزہ اٹھایا اور کنویں پر جا کر خود اس میں پانی بھرا اور پڑوس کی ایک بڑھیا کے مکان میں یہ پانی پہنچایا۔ لوگوں نے اس عمل کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ "غیر ملکی سُفراء کی وجہ سے جو اپنی مجلس کو ایک شان اور شوکت کی حیثیت جاننے کی ضرورت پڑی تو مجھے اس سے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں میرے نفس میں تکبّر نہ پیدا ہو جائے' اس کی اصلاح کے لیے ایسا کام کیا جس سے اپنے نفس کی حقارت واضح ہو۔"

(دل کی دنیا' حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ' صفحہ: 31)

امی جان

کیا تھی خبر کیا ہے زندگی جینا سکھایا تم نے
لڑکھڑائے تو تھام لیا نیندِ غفلت سے جگایا تم نے
میری زُلفیں تھیں بکھری ہوئیں' سمیٹ کر ان کو سلیقہ سکھایا تم نے
عہد و پیمان ہوتے ہیں کیا؟ اپنی وفا سے سکھایا تم نے
میں جب کبھی گھبرائی تمہاری آہ پر! مسکرا کے دکھایا تم نے
میرے دن و رات میں یکساں تھے اندھیرے'
میرے دل کے قمقموں کو ٹمٹمایا تم نے
ہے چیز کیا رشتوں کی پاسداری'
ان بے باک نگاہوں کو ادبِ تہذیب سکھایا تم نے
میرا بچپن' میری جوانی' تم بِن ہمیشہ تھی ویراں
میرے آشیانۂ زِیست کو اپنی رونقوں سے سجایا تم نے
بلاشبہ میری دنیا تم سے ہے روشن
اور میرے گلشنِ آخرت کو اپنی تربیت سے مہکایا تم نے
امی جاں' میرا جہاں...!

مرسلہ: امۃ اللہ' میرپورخاص

آپ کے اشعار

ہم نے ساغرؔ وقت کی تاریخ کو زندہ کیا
راہِ اِنساں میں جَلائے ہم نے خدمت کے چَراغ!
ساغرؔ صدیقی

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادِث سے
اگر آسانیاں ہوں' زندگی دُشوار ہو جائے!
اصغرؔ گونڈوی

مِری تمہاری نہیں نِبھے گی' سِدھارتا ہوں میں اَب یہاں سے
سلام صاحِب' سلام صاحِب' سلام صاحِب' سلام صاحِب!
اکبرؔ الٰہ آبادی

ہے بُرا تُو ہی' اگر آیا نظرِ تجھ کو بُرا
تُو ہی اچھا ہے' تجھے معلوم گر اچھا ہوا!
ذوقؔ

کون ہے آج قتیلؔ جہاں میں مُجھ سا کوئی ہمّت والا
تیروں کی بُوچھاڑ ہے' لیکن پِھر بھی سِینہ تان رہا ہوں!
قتیلؔ شفائی

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

اپریل 2019ء بمطابق شعبان المعظم 1440ھ

بیت السلام بیوہ خواتین اور یتیم بچوں کے لیے شام میں 200 مکانات تعمیر کرے گا

کروڑوں روپے کا یہ منصوبہ افریقاو عرب امارات کے اہل خیر کے تعاون سے آفاد اور دیانت کے ساتھ مل کر آگے بڑھایا جائے گا

کراچی (پ ر) ترک حکام کی اس خواہش کے پیش نظر کہ شام کی بیوہ خواتین اور یتیم بچوں کے لیے بتدریج پکے مکانات کی تعمیر ہونی چاہیے، بیت السلام نے عالم اسلام (افریقاو عرب امارات) کے اہلِ خیر کے تعاون سے اس سلسلے کا پہلا منصوبہ ترتیب دیا ہے، جس کے تحت 200 مکانات کی تعمیر شروع کی جائے گی، تعمیرات اور آباد کاری کا یہ سلسلہ ترک اداروں آفاد اور دیانت فاؤنڈیشن کے ساتھ مل کر آگے بڑھایا جائے گا۔

شام میں بیواؤں اور یتیم بچوں کی کفالت و تعلیم کے لیے ایک نیا کیمپ قائم کر دیا گیا

کراچی (پ ر) ایمان کیمپ کے بعد شام کی بیوہ خواتین اور یتیم بچوں کی کفالت، علاج معالجے اور تعلیم و تربیت کے لیے ایک نیا کیمپ قائم کیا گیا ہے، یہ عائشہ کیمپ کہلائے گا، بیت السلام اس کیمپ کی دیکھ بھال اقرء یونی ورسٹی کے اشتراک سے کرے گا، یونی ورسٹی کے سربراہ جناب حنید لاکھانی اور بیت السلام نے اپنے دورہ ترکی و شام میں عائشہ کیمپ کے معاملات باہمی اشتراک سے انجام دینے پر اتفاق کیا، اس کیمپ میں دو سو بیوہ شامی خواتین رہتی ہیں، جب کہ 350 شامی یتیم بچے رہتے ہیں۔ یاد رہے ایمان کے انتظامات پہلے ہی بیت السلام کے سپرد ہیں

6 نئی ایمبولینسوں میں سے 4 کراچی، ایک، ایک نے لاہور اسلام آباد میں کام شروع کر دیا

کراچی (پ ر) بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ میں شامل 6 نئی ایمبولینسوں نے کام شروع کر دیا ہے، شعبہ ہنگامی طبی امداد کے مطابق کراچی کے علاقے ڈیفنس فیز 6، نارتھ ناظم آباد اور گلشن اقبال میں واقع دفاتر کے زیر انتظام ایک ایک ایمبولینس، جب کہ مضافاتی علاقے لنک روڈ میں بی بی ایچ یو کے کلینک کے لیے بھی ایک ایمبولینس مختص کر دی گئی ہے، اسی طرح ایک ایک ایمبولینس اسلام آباد 10 مرکز میں واقع ٹرسٹ کے دفتر اور لاہور کے علاقے گلبرگ 3 الحفیظ شاپنگ مال میں واقع دفتر کے زیر انتظام کام کر رہی ہے۔

J.
FRAGRANCES
my rhythm of success
rhythm
HOMME
J.
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances & Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

Brighto™
Inspired by Nature

Brighto AllColor

Regd.# MC - 1366

Décor assumes a different meaning with Brighto Special Coatings. They give your living space a prestigious decorative finish by creating a world of beauty, luxury and sophistication.

brighto.paints | Toll Free 08000-1973 | BrightoPaintsPK | www.brightopaints.com

Brighto PAINTS